تاثرات

رباعیات ابو سعید ابو الخیرؒ

مترجم و مشرح

مرتبہ

آقائے م۔ ا۔ رازی

مطبوعہ

شیخ احمد دین پرپرائٹر تاج بکڈپو موہن لال روڈ بیرون موچی گیٹ لاہور

تاثرات

رباعیات ابوسعید ابوالخیرؒ

مترجم و مشرح

از

آقائے م۔ا۔رازی

مطبوعہ

ملک نذیر احمد پروپرائیٹر تاج بکڈپو موہن لال روڈ بیرون موری گیٹ لاہور

حجازی پریس لاہور بیرون موری گیٹ میں باہتمام حافظ محمد اسمٰعیل پرنٹر چھپی۔ ملک نذیر احمد سیال
نے شائع کی۔

تصوّف

خدا کے ساتھ متحد ہونا یا اسی زندگی میں واصل بحق ہونا عموماً ہر ایک انسان کی خواہش ہوا کرتی ہے۔ دراصل یہ وہ شریف خواہش ہے جو ہر جگہ ہر زمانہ میں قدیم الایّام سے مختلف طریقہ اور لباسوں میں ظاہر ہوئی ہے۔ یہ ایک ربّانی جذبہ ہے جس کو مذہب پیدا کرتا ہے اور اس کی آبیاری کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انسان خدا کی شکل پر پیدا کیا گیا۔ انسان میں ربّانی صفات کے جوہر ہیں اور اس کا بڑا مقصد زندگی انہی جوہروں کو ابھارنا اور نشوونما دینا ہے۔ لیکن بہت سی باتیں اس مقصد کے حاصل کرنے میں روک ہو جاتی ہیں۔ ہم میں ہر طرح کے جذبات ہیں۔ قسما قسم کے تقاضے ہمیں لاحق ہیں۔ جسمانی، ذہنی، حسی، جذباتی مختلف قوتیں ہم میں ہیں جو ہم میں مختلف قسم کے خصائل پیدا کر دیتی ہیں۔ جذبات اور تقاضے ایک دوسرے کے متضاد بھی ہیں لیکن انہی متضاد قوتوں کی ہم آہنگی بڑے بڑے نتائج پیدا کر دیتی ہے یہ ایک صداقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس پر شاہد ہے۔ کیا مختلف الخواص اشیاء ترکیب پاکر بہترین

نتائج مرتب نہیں کرتیں۔جس کا تجربہ علم کیمیا میں ہم ہر روز دیکھتے ہیں۔
اگر کائنات میں یہ ہو رہا ہے تو پھر ارتقاء انسانیت میں یہ کیوں ناممکن ہے
ہاں یہ سوال بڑا مشکل ہے اور اس کا حل خدا کی نصرت کے سوا ناممکن ہے
بسا اوقات ہم کسی خاص قوت کی آبیاری کرتے ہیں اور دوسری قوتوں کا
خیال تک نہیں کرتے جو آخر زائل ہو جاتی ہیں — اگر دنیا عیش و عشرت
کے متوالوں سے خالی نہیں تو دنیا راہبوں اور تارکوں سے بھی معمور ہے۔
اگر اچھا کھانا اور پینا اور تعیشات زندگی روحانی قوٰی کو مار ڈالتے ہیں تو
پھر راہبانہ زندگی اور ترک دنیا بھی اگرچہ روحانی قوٰی کے لیے ایک حد
تک مفید ہے۔ قوائے عقلیہ کو مضمحل اور ذہنی طاقتوں کو ہلاک کر دیتی
ہے — اس میں شک نہیں کہ راہبانہ ریاضتیں بعض مخفی طاقتوں کو جلا
دیتی ہیں ایسی ریاضت والے بعض اعجازی باتیں بھی کر گزرتے ہیں۔
لیکن یہ لوگ اصلی مقصد زندگی اور اصل مقصد روح کو گنوا بیٹھتے ہیں۔
یہ لوگ اپنے ہم عصروں پر ایک قسم کا بوجھ ہو جاتے ہیں ہم مدنی بالطبع
واقع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف قوتیں بخشی ہیں۔ ہم ایک
دوسرے کے عضو مددگار ہیں — اور ایک دوسرے کی خدمت میں ہمیں
ان قوتوں کا استعمال کرنا ہے۔ لیکن ایک راہب، ایک تارک الدنیا گویا
سوسائٹی کی طرف سے مر چکا ہے اور اس کے دل و دماغ میں یہ اشرف
فرائض جگہ نہیں پاتے۔ اس سے بھی زیادہ یہ امر قبیح ہے کہ بعض وقت
ایسے تارک الدنیا نہایت ہی ناقابل عفو حرکات کر گزرتے ہیں جو نکمہ

ریاضات شاقہ کے لئے یہ دنیا سے الگ ہو جاتے ہیں اور تنہائی میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ اس لئے ان کے بعض اخلاق جو سوسائٹی میں رہنے سے تربیت پاتے ہیں ناتراشیدہ حالت میں رہتے ہیں۔

ترک دنیا اپنے خاص حدود میں قوائے روحانی کے ترقی دینے کے لئے ازحد مفید ہے۔ کوئی روحانی قوت جسمانی فطرت کو لگام دینے کے سوا ترقی نہیں پا سکتی۔ لیکن تم اپنی جسمانی خواہشوں کو ذبح نہیں کر سکتے۔ جو لوگ ان جسمانی خواہشوں کو اعتدال سے زیادہ دبا دینا چاہتے ہیں وہ ایک وقت تو کامیاب ہوتے ہیں لیکن تحریکات کے ماتحت جب یہ جسمانی جذبات یک لخت مشتعل ہو جاتے ہیں تو پھر یہ تارک الدنیا نہایت بیچارگی سے ان کا شکار ہو کر بیہودہ افعال کر گزرتے ہیں جو ننگ شرافت و ایمان ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ترک دنیا سے بعض قواء کو مارنا گویا خالق قواء کے فعل پر ایک بیہودہ نکتہ چینی کرنا ہے۔

دراصل یہ جس قدر جذبات بہیمہ انسان میں رکھے ہوئے ہیں یہ سب کے سب خادم روحانیات ہیں۔ لیکن یہ لابدی بھی ہیں جو مذہب یا سوسائٹی یا تعلیم ہماری فطرت کے ایک حصہ کی تربیت کرتی ہے اور ہمارے دیگر قواء کو نظر انداز کر دیتی ہے وہ مکمل نہیں کہلا سکتی۔

خدا ہی ہمارا آخری مرجع ہے۔ لیکن دوسری طرف اسی خدا نے ہماری فطرت میں یہ متضاد اور مختلف قوتیں رکھ دی ہیں سوال صرف یہ ہے کہ کس طرح انسان ان متضاد قوتوں میں سے نشوونما پا کر کمال

حقیقی کو پہنچتا ہے۔ اسلامی تعلیم کی رو سے نجات کے معنی کمال انسانی ہیں۔ اخلاق انسانی کا تا بحد کمال پہنچنا ہی ہماری غرض و غایت ہے۔

اس زندگی میں خدا سے متحد ہونا کیا ہے؟ صرف ان ربانی جوہروں کو نشوونما دینا جو انسان کے اندر مختلف جذبات اخلاق چھپے ہوئے ہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ کس طرح انسان ان متضاد جذبات پر قابو پاکر ان کی تعدیل و تہذیب کرے۔ کس طرح ان کو تربیت دے کر ایک ہم آہنگی کے ذریعہ ان کا تصفیہ کرے اور اس طرح ان کے وہ جوہر چمک اٹھیں جو خدا تعالیٰ نے انسان میں رکھے ہیں یعنی انسان کی تمام روحانی قوتیں نشوونما پاکر ربانی اخلاق بن جائیں اور وہ متصف باخلاق اللہ ہو جائے۔ یہ ہے حقیقت صوفیت اسلام میں اور یہی غرض و غایت اس تعلیم کی ہے جس کا نام بعض نے باطنی تعلیم اسلام رکھا ہے۔

یہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ وہ نور الٰہی جس کے کامل طور پر چمک اٹھنے پر انسان خدا کی ایک کامل تصویر بن جاتا ہے۔ وہ مختلف خواہشات و جذبات کے حجاب میں چھپا ہوا ہے اور جب تک ان خواہشات و جذبات پر ایک قسم کی موت وارد نہ ہو جائے تب تک وہ اعلیٰ روحانی حالت حاصل نہیں ہو سکتی وہ دن روحانیات کی فتحمندی اور الٰہی جلال کی باریابی کا ہو گا جس دن ہمارے ان بہیمہ خواہشات پر موت وارد ہو جائیگی۔ ہم اس دن تک اندھے ہیں جس دن تک دنیوی

نظاروں کی طرف سے ہم اندھے نہیں ہو جاتے۔ یہ حالت ہم میں پیدا نہیں ہو سکتی جب تک ہماری تمام جسمانی قوتیں اور ہماری تمام طاقتیں اللہ تعالیٰ کی رضا میں نہیں لگ جائیں اور ہماری زندگی اور موت کا مقصد خدا تعالیٰ کی رضا نہیں ہو جاتی۔ جب ایک سالک اس طرح اپنی رضا کو خدا کی رضا تلے کر دیتا ہے تو پھر خدا کی رضا اس کی رضا ہو جاتی ہے۔ اس کی اگر کوئی خوشی ہے تو وہ خدا کی اطاعت ہے "میری مرضی نہیں تیری مرضی" اس کا طریق عمل ہوتا ہے۔ یہی لفظی معنوں میں اسلام ہے۔ اسلام وہ جلتی ہوئی آگ ہے جو تمام سفلی خواہشوں کو بھسم کر کے اور تمام جھوٹے معبودوں کو آگ لگا کر ہماری زندگی ہماری جائداد، ہماری عزت کو خدا کے آگے بطور قربانی رکھ دیتی ہے۔ اس چشمہ حقیقی پر پہنچ کر پھر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں۔ ایک آگ بجلی کی طرح ہم میں سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے آتی ہے۔ یہ دونوں شعلے آپس میں مل کر ہماری تمام ادنیٰ خواہشوں اور بہیمہ جذبات کو اور تمام غیر اللہ کی محبتوں کو فنا کر کے ایک موت ہماری پہلی زندگی پر وارد کر دیتی ہے ہم ایک نئی زندگی پا لیتے ہیں۔ اسی منزل کا نام مسلم صوفیوں نے خدا کا ملنا کہا ہے۔ اس مقام پر انسان خدا کا چہرہ دیکھتا ہے اس کا اور خدا کا اس قدر شدید تعلق ہو جاتا ہے کہ گویا وہ خدا کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے ایک طاقت اسے اوپر سے آتی ہے اور اس کے اندرونی قوائے روشن ہو جاتے ہیں اور ایک خالص بہشتی زندگی مقناطیس کے اثر کی

طرح کام کرنے لگ جاتی ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر خدا اس کی آنکھ ہو جاتا ہے، جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے، جس سے وہ کام کرتا ہے، اس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔ گویا انسان خدا کی کامل تصویر بن جاتا ہے۔

(یہ مضمون خواجہ کمال الدین کے خطبات عزیزیہ سے ماخوذ ہے)۔

شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ

آپ کا اسم گرامی شیخ فضل اللہ اور کنیت ابوسعید تھی۔ والد بزرگوار ابوالخیر کی کنیت سے مشہور تھے۔ شیخ ابوسعیدؒ ۴ جمادی الثانی ۳۵۷ھ کو منہ میں، جو علاقہ خاور کا ایک قصبہ تھا پیدا ہوئے۔

ان کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ ابتدائی حال میں چودہ برس تک مجذوب رہے۔ سلوک میں آئے تب بھی جذب کا اثر باقی تھا۔ کتب تصوف میں آپ کے متعلق بہت سی دلچسپ روایات مسطور ہیں۔ جن سے آپ کے کمالات روحانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ شیخ ابوالفضل کے مرید تھے۔ روایت ہے کہ ایک شہر سرخس کے دروازے میں داخل ہوئے تو دیکھا۔ کہ لقمان مجنوں خاکستر کے ایک ڈھیر پر بیٹھے اپنی پوستین کو پیوند لگا رہے تھے آپ دیر تک وہاں کھڑے رہے ان کا سایہ لقمان پر پڑ رہا تھا۔ پیوند لگانے سے فرصت ملی۔ تو لقمان نے فرمایا کہ اے ابوسعید میں نے "تم کو اس پیوند کے ساتھ ٹانک دیا۔ اس کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر شاہ ابوالفضل کی خانقاہ میں لے گئے اور کہا کہ ابوسعید کو سنبھالئے۔ جب تک آپ کی زندگی ہے۔ یہ آپ کی خدمت میں رہے گا۔ اسی دن سے شیخ ابوسعید ان کے حلقۂ

ارادت میں شامل ہو گئے۔

ایک دفعہ اپنے مرشد طریقت سے اجازت حاصل کر کے فقیہہ خواجہ بو علی کے درس میں شامل ہوئے۔ آیہ کریمہ "قل اللّٰہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون" ۔(یعنی کہہ دے اے رسول صلعم صحیح تعلیم اتارنے والا اور ہدایت دینے والا اللّٰہ ہے اور پھر ان کو چھوڑ دے کہ اپنی مصروفیتوں اور کھیل کود میں لگ جائیں) ۔ کا درس تھا۔ آپ پر اس آیہ کے سنتے ہی وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ خواجہ دیکھ کر تاڑ گئے اور پوچھا رات کہاں تھے۔ آپ نے عرض کیا۔ پیر ابو الفضل کی خدمت میں۔ خواجہ نے فرمایا اب وہیں جاؤ اور ان کے درس کو چھوڑ کر یہاں آنا تمہارے لئے حرام ہے۔ حیران و پریشان ہو کر پیر کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا ۔

مست شدہ ہمی ندانی پس و پیش
ہاں گم نکنی تو این سر رشتہ خویش

شیخ ابو الفضل کے وصال کے بعد آپ شیخ ابوالعباس آملی کی خدمت میں گئے۔ ایک روز فصد کی وجہ سے پیر طریقت کے کپڑے خون میں تر بتر ہو رہے تھے۔ شیخ ابو سعید نے اپنے کپڑے پیش کئے اور رات ہی کو وہ کپڑے دھو کر اور سکھا کر حاضر کئے۔ شیخ ابو العباس نے فرمایا یہ تم پہن لو۔ اس کے ایک سال بعد مرشد طریقت نے ان کو وطن مالوف مہنہ کی طرف رخصت کیا جہاں وہ مدت العمر لوگوں کے ارشاد و تربیت

میں مصروف رہے۔

شیخ بو علی سینا آپ کے معاصر تھے ان سے اور شیخ سے اکثر مراسلت رہتی تھی۔ شیخ بو علی مشکل مسائل ان سے دریافت کرتے تھے اور وہ جواب دیتے تھے۔ یہ مراسلات آج بھی موجود ہیں۔ ایک دفعہ دونوں میں ملاقات کا اتفاق ہوا۔ انقضائے ملاقات کے بعد آپ نے فرمایا۔ اس کے معلومات ہمارے مشاہدات ہیں۔ اور بو علی نے کہا۔ ان کے مشاہدات ہمارے معلومات ہیں۔

آخر چہارم شعبان ۴۴۰ھ کو آپ نے ۸۳ برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

تبصرہ

"فارسی شاعری اس وقت تک قالب بیجان تھی، جب تک اس میں تصوّف کا عنصر شامل نہیں ہوا تھا۔ شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے۔ تصوّف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ قصیدہ مدّاحی اور خوشامد کا نام تھا۔ مثنوی واقعہ نگاری تھی غزل زبانی باتیں تھیں۔ تصوّف کا اصلی مایۂ خمیر عشق حقیقی ہے۔ جو سرتاپا جذبہ و جوش ہے۔ عشق حقیقی کی بدولت مجازی کی بھی قدر ہوئی اور اس آگ نے تمام سینہ و دل گرما دئے۔ اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرمی سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ ارباب دل ایک طرف اہل ہوس کی باتوں میں بھی تاثیر آگئی"۔

فارسی شاعری میں سب سے پہلے صوفیانہ خیالات شیخ ابوسعید نے ادا کئے۔ اس زمانہ تک تصوّف کے حقائق و مسائل شاعری سے آشنا نہیں ہوئے تھے۔ صرف عشق اور محبت کے جذبات تھے۔ لیکن چونکہ ان کا مرجع عشق حقیقی تھا اس لئے تصوّف کا رنگ جھلکتا ہے۔

شیخ ابوسعید عشق حقیقی کے نشہ سے سرشار تھے ابتدائی حال

میں ۱۴ برس تک مجذوب رہے۔ سلوک میں آئے تب بھی جذب کا اثر باقی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا تمام کلام عشق حقیقی کے پاکیزہ جذبات سے لبریز ہے۔ مثلاً ؎

دل جز رہ عشق تو نپوید ہرگز   جز محنت و درد تو نجوید ہرگز
صحرائے دلم عشق تو شورستاں کرد   تا مہر کسے دراں نروید ہرگز

یعنی دل تیرے عشق کے سوا اور کسی راستے پر نہیں چلتا اور تیرے عشق کے درد و غم اور مصائب و شداید کے سوا کسی چیز کا متلاشی نہیں۔ تیرے عشق نے میرے دل کے صحرا کو شورہ زار بنا دیا تاکہ تیرے سوا کسی اور کی محبت اس میں پیدا نہو۔

در کوئے خودم منزل و ماوی دادی   در بزم وصال خود مرا جا دادی
القصہ بصد کرشمہ و ناز مرا   عاشق کردی و سر بصحرا دادی

تو نے اپنے کوچہ میں مجھ کو جائے پناہ دی اور اپنی بزم وصال میں مجھے جگہ عنایت فرمائی۔ القصہ تو نے بصد ناز و انداز مجھ کو عاشق کر کے آوارۂ دشت جنوں کر دیا۔

اے کردہ غمت غارت ہوش دل ما   درد تو شدہ خانہ فروش دل ما
رمزی کہ مقدساں ازو محرومند   عشق تو مرا و گفت بگوش دل ما

اے معشوق! تیرے غم عشق نے میرے دل کے ہوش و حواس کو غارت کر دیا اور تیرے درد عشق نے میرے خانۂ دل کو تباہ و برباد کر دیا۔ تیرے عشق نے میرے دل کو اس رمزی کے راز سے آگاہ کر دیا جس سے مقدس

لوگ محروم ہیں۔

اے دل ہمہ خوں شوی شکیبائی چیست وی جاں بدآ ہمہ رعنائی چیست
اے دیدہ چہ مردمیت شرمت بادا نادیدہ بجال دوست بینائی چیست

ولہ

بار آمد و گفت خستہ بیدار دلت دایم بامید بستہ می دار دلت
مارا بہ شکستگان نظرہا باشد مارا خواہی شکستہ میدار دلت

اقبال رحؒ نے خوب کہا ہے ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئنہ ساز میں

وحدت وجود (ہمہ اوست) :-

"یہ مسئلہ صوفیانہ شاعری کی روح ورواں ہے۔ صوفیانہ شاعری میں جو ذوق وشوق، سوز وگداز، جوش وخروش، زور واثر ہے سب اسی بادۂ مرد افگن کا فیض ہے۔ اس خیال کی ابتدا عشق حقیقی کے استیلا سے ہوئی یعنی ارباب عرفان پر جب نشۂ محبت کا غلبہ ہوتا تھا۔ تو ان کو معشوق حقیقی (صانع کل) کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا اس کو وحدت شہود (ہمہ از وست) کہتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ یہ خیال وحدت وجود کی حد تک پہنچ گیا۔ یعنی در حقیقت خدا کے سوا اور کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں۔ یا یوں کہو کہ جو کچھ موجود ہے سب خدا ہی ہے۔ جو کچھ ہے ایک ہی ذات ہے۔ اور موجودات خارجیہ سب اسی

کے شئونات ہیں۔

شیخ ابوسعیدؒ نے بھی عشق حقیقی کے غلبہ و استیلا کی وجہ سے وحدت وجود کے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ بلکہ ان کی رباعیات کا زیادہ حصہ اسی مسئلہ پر مشتمل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

بحر یست وجود جاوداں موج زناں ۔۔۔ زاں بحر ندیدہ غیر موج اہل جہاں
از باطن بحر موج بیں گشتہ عیاں ۔۔۔ بر ظاہر بحر و بحر در موج نہاں

بنگر بجہاں سرّ الٰہی پنہاں ۔۔۔ چوں آب حیات در سیاہی پنہاں
پیدا آمد ز بحر ماہی انبوہ ۔۔۔ شد بحر در انبوہی ماہی پنہاں

چوں حق بتفاصیل شئوں گشت عیاں ۔۔۔ مشہود شد ایں عالم پر سود و زیاں
گر باز روند عالم و عالمیاں ۔۔۔ با رتبۂ اجمال حق آیند نہاں

بر شکل بتاں رہزن عشاق حق است ۔۔۔ لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقیید جہاں ۔۔۔ واللہ کہ ہماں ز وجہ اطلاق حق است

اختلاف مذاہب :-

کسی نے خوب کہا ہے ؎

در حیرتم کہ دشمنیٔ کفر و دیں چرا ست
از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

شیخ ابو سعیدؒ فرماتے ہیں ؎

اے مقصد خورشید پرستاں رویت
محراب جہانیاں خم ابرویت
سرمایۂ عیش تنگ دستاں دہنت
سررشتۂ دلہائے پریشاں مویت

زنّار پرست زلف عنبر بویت
محراب نشین گوشۂ ابرویت
یارب تو چہ کعبۂ کہ باشد شب و روز
روئے دل کافر و مسلماں سویت

حاصل یہ کہ اختلاف مذاہب کی بنا پر باہم بر سرپیکار رہنا نادانی اور تنگ نظری ہے کیونکہ "مختلف رستے ہیں لیکن سب کی منزل ایک ہے"۔ ہر شخص اپنے طریقے کے مطابق اسی معبود حقیقی کا پرستار ہے۔ ہاں قابل توجہ یہ امر ہے کہ ؎

گر سبحۂ صد دانہ شماری خوب است
ور جام مے از کف نہ گزاری خوب است
گفتی چہ کنم چہ تحفہ آرم بر دوست
بے ورد مباہر آنچہ آری خوب است

الحاصل شیخ ابو سعید ابوالخیر کا تمام کلام نہایت ہموار ہے۔

عشق حقیقی اور وحدت وجود کے خیالات کو نہایت سادہ اور پرسوز طریقے سے ادا کیا گیا ہے۔ تصوّف کے دقیق مسائل اور اصطلاحات سے ان کا کلام کلیتہً پاک ہے۔ جن چند رباعیات میں اصطلاحات کا استعمال ہوا ہے۔ وہ مولانا جامی کی ہیں ورنہ شیخ رح کے زمانہ میں فارسی شاعری ان سے آشنا نہ تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الف

(۱)

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ   گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

کافر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے انکار کرنے والا ؎

گبر۔ آتش پرست ؎ نومیدی۔ ناامیدی، مایوسی ؎

ذات باری اپنے گنہگار بندے کو مخاطب کر کے گویا ہے کہ باز آ اگرچہ تو کافر ہے یا گبر یا بت پرست، جو کچھ بھی ہے باز آ۔ یہ ہماری بارگاہ مایوسی و نومیدی کی بارگاہ نہیں۔ اگر تو نے سو بار توبہ کر کے توڑ دی ہے تو بھی ایک بار پھر ہماری بارگاہ کی رجوع کر کیونکہ ہماری "بہانہ جو رحمت" کی وسعتیں تجھے اپنے آغوش میں چھپا لینے کے لئے

بتنا ب ہیں۔

گناہ و لغزش کا مادہ انسان کی فطرت ہی میں مرکوز ہے آدمی بار بار گناہ کرتا ہے لیکن جب بھی وہ اپنی سیئات اعمال سے آگاہ اور نادم ہو کر صدق قلب کے ساتھ رجوع الی الحق کرتا ہے تو رب العزت عزّ اسمہٗ اسے اپنی بارگاہ مغفرت سے واپس سے نومید واپس لوٹنے نہیں دیتا خوش گفت آنکہ گفت ؎

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے   قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

چنانچہ قرآن مجید میں اسی کے متعلق ارشاد ہوا ہے :۔

لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ انہ ہو الغفور الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخشنے والا غفور رحیم ہے۔

(۲)

نسیما جانب بستاں گذر کن   بگو آں نازنیں شمشاد ما را
بہ تشریف قدوم خود زمانے   مشرف کن خراب آباد ما را

نازنین شمشاد۔ بلند قامت محبوب ٭ تشریف مشرف و عزت بخشنا ٭ زمانے۔ تھوڑی دیر کے لئے ٭ خراب آباد۔ ویران خانہ ٭

اے نسیم! تو باغ کی طرف جا اور ہمارے اس شمشاد قد محبوب سے کہہ کہ کبھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہمارے ویران خانہ کو بھی مشرف فرمایا کرے (شعراء اکثر ہوا سے قاصد کا کام لیا کرتے

ہیں۔

(۳)

خداوندا بگردانی بلا را ازیں آفت نگہداری تو ما را
بحق آں دو گیسوئے محمد زبوں گرداں زبردستان ما را

بلا۔ مصائب دنیوی یا خطرات جو سالک کو راہ طریقت میں پیش آتے ہیں۔
زبردستاں۔ مراد اعدائے دنیاوی یا قوائے شہوانی و خواہشات نفسانی
جو انسان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ چنانچہ بزرگوں نے جہاد نفس کو
جہاد اکبر کہا ہے۔ زبوں۔ ذلیل و خوار۔

اے بار الٰہ! تو محمد مصطفیٰ صلعم کے دونوں گیسوؤں کی طفیل بلا کو
ٹال دے ہم کو اس آفت سے محفوظ رکھ اور ہمارے زبردستوں کو نیچا دکھا
(یعنی ان کی معاندانہ کوششوں سے ہمارے پائے استقامت میں تزلزل
پیدا نہ ہو)۔

(۴)

وا فریادا ز عشق وا فریادا کارم بیکے طرفہ نگار افتادا
گر داد من شکستہ دادا دادا ورنہ من و عشق ہرچہ بادا بادا

کار افتادن۔ پالا پڑنا۔ طرفہ۔ عجیب۔ نگار۔ معشوق۔
شکستہ۔ بدحال۔

عشق کے ہاتھوں سخت فریاد ہے کیونکہ میرا پالا ایک عجیب (سنگدل)
محبوب کے ساتھ پڑا ہے۔ اگر اس نے میری شکستگی کی داد دی تو بہتر۔

.. نہیں ہونگا اور عشق جو ہو سو ہو (دا فریاد اکی تکرار تاکید کا فائدہ دیتی
گئی " " ۶"

(۵)

یارب بہ محمد و علی و زھرا — یارب بہ حسین و حسن، آل عبا
از لطف بر آر حاجتم در دو سرا — بے منت خلق یا علی الاعلےٰ

آل عبا ۔ مراد پنجتن پاک ۔

اے پروردگار ! اے ربّ الاعلیٰ ! حضرت محمد صلعم، علی کرم اللہ وجہہٗ، زہرا رضی اللہ عنہا اور حسین وحسن رضی اللہ عنہما یعنی آل عبا کے صدقہ دونوں جہان میں اپنے لطف وکرم سے میری مراد پوری کر۔ اس طرح کہ مجھے کسی مخلوق کا زیر بار احسان ہونا نہ پڑے ۔

(۶)

اے دلبر ما مباش بے دلبر ما — یک دلبر ما بہ از صد دلبر ما
نہ دلبر ما نہ دلبر اندر بر ما — یا دلبر ما فرست یا دلبر ما

مصرع اوّل ۔ ۱۔ دلبر، پہلو میں رہنے والا دل ۔ ۲۔ محبوب ۔
" دوم ۔ ۱۔ محبوب ۔ ۲۔ پہلو میں رہنے والا دل ۔
" سوم ۔ ۱۔ پہلو میں رہنے والا دل ۔ ۲۔ محبوب ۔
" چہارم ۔ ۱۔ محبوب ۔ ۲۔ پہلو میں رہنے والا دل ۔

اے ہمارے پہلو میں رہنے والے دل ! تو محبوب کے بغیر مت رہ کیونکہ ہمارا ایک محبوب ایسے سینکڑوں سے جو پہلو میں رہتے ہیں بہتر ہے ۔

(لیکن اب) نہ تو ہمارا دل ہی پہلو میں ہے اور نہ محبوب ہی ہماری بغل میں
ہیں (لہٰذا ایجزاد مذ قدوس) یا تو ہمارے محبوب کو بھیج دے یا کم از کم
ہمارے دل ہی کو ہمارے پہلو میں بھیج دے۔ (تاکہ عشق و فراق کی
چیرہ دستیوں سے نجات حاصل ہو)۔

(۷)

منصور حلّاج آں نہنگِ دریا کز پنبہ تن دانۂ جاں کرد جدا
روزیکہ انا الحق بزباں مے آورد منصور کجا بود خدا بود خدا

منصور۔ حسین بن منصور۔ ان کی کنیت ابو المغیث ہے شہر بیضا کے
باشندے عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد اور حضرت جنید بغدادی کے صحبت یافتہ
تھے جب مقام فنا فی اللہ میں پہنچے تو اکثر از خود رفتہ ہو کر انا الحق پکار اٹھتے
تھے اسلئے اہل ظاہر نے فتوائے شریعت کے مطابق انہیں سولی پر چڑھا دیا۔
حلّاج۔ دھنیا منصور کا پیشہ حلاجی نہ تھا۔ ان کا ایک دوست دھنیا
تھا۔ جب آپ اسے کسی کام کے لئے کہیں بھیجتے تو خود انگلی کے اشارے سے
اس کا کام انجام دیتے۔ اس لئے حلّاج مشہور ہو گئے۔
نہنگ۔ مگرمچھ ۞ پنبہ۔ روئی ۞ دانہ۔ مراد پنبہ دانہ۔ بنولہ ۞
انا الحق۔ میں خدا ہوں ۞

منصور حلّاج، وہ دریائے وحدت کا نہنگ جس نے جسم کی روئی
سے جان کے بنولہ کو جدا کر دیا۔ جس روز وہ انا الحق کا دعویٰ کرتا تھا۔
منصور کہاں تھا وہ تو خدا ہی تھا۔

(۸)

من دوش دعا کردم و باد آمینا   تا بشود آں دو چشم بادامینا
از دیدهٔ بدخواه ترا چشم رسید   در دیدهٔ بدخواه تو بادامینا

مصرع اول - باد، آمینا - ہوا آمین کہہ رہی تھی -
" دوم - بادامینا - یعنی بادام ہیں - بادام سا - آنکھ کو بادام سے تشبیہ دیتے ہیں -
" چہارم - بادامینا - مینا یعنی شیشہ یعنی شیشہ جیسے پھوٹ جائیں
چشم رسیدن - نظر بد لگنا - صدمہ پہنچنا -

میں کل رات دعا کر رہا تھا اور ہوا آمین کہہ رہی تھی تاکہ محبوب کی بادام سا آنکھیں اچھی ہو جائیں - اے محبوب! تجھے دشمن کی نظر بد سے صدمہ پہنچا ہے - خدا کرے تیرے بدخواہ کی آنکھیں پھوٹ جائیں -

(۹)

اے گروہ عصمت غارت ہوش دل ما   ورد تو شدہ خانہ فروش دل ما
رندی کہ مقدساں از و محروم اند   عشق تو مرا گفت بگوش دل ما

رندی - مجذوبیت عشق کو رندی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ سالک مجذوب سے عالم وارفتگی میں اکثر ایسی حرکات سرزد ہوتی ہیں جنکو اہل ظاہر خلاف شریعت خیال کرتے ہیں لیکن دراصل وہ ان حقائق کے ادراک سے قاصر ہوتے ہیں ؛
مقدساں - مراد اہل شریعت وغیرہ -

اے محبوب! تیرے غم عشق نے میرے دل کے ہوش وحواس کو غارت کر دیا۔ اور تیرے درد محبت نے میرے دل کے گھر کو بیچ ڈالا (برباد کردیا) جس رندی سے مقدس اور پاکیزہ لوگ محروم ہیں، تیرے عشق نے اس کا راز میرے کان میں پھونک دیا۔

(۱۰)

در دیدہ بجائے خواب آبست مرا زیرا کہ بدیدنت شتابست مرا
گویند بخواب تا بخوابش بینی اے بیخبراں چہ جائے خوابست مرا

میری آنکھوں میں نیند کے بجائے آنسو ہیں کیونکہ مجھے تیرے دیدار کی بڑی عجلت ہے۔ مجھے کہتے ہیں کہ تو سو رہ تاکہ اس (محبوب) کو خواب ہی میں دیکھ لے۔ مگر اے بیخبرو! یہ میرے سونے کا کونسا موقع ہے۔

(۱۱)

تا درد رسید چشم خونخوار تو را خواہم کہ کشد جان من آزار تو را
یارب کہ ز چشم زخم دوراں ہرگز دردے نرسد نرگس بیمار تو را

آزار کشیدن۔ دکھ اٹھانا ٭ چشم زخم۔ نظر بد ٭

جب سے تیری خونخوار آنکھ درد میں مبتلا ہے میں چاہتا ہوں کہ تیرا آزار میری جان کو لگ جائے۔ خدا کرے کہ زمانہ کی نظر بد سے تیری نرگس بیمار کو کوئی دکھ نہ پہنچے۔

---

(۱۲)

مہمان تو خواہم آمدن جانا نا ۔۔۔ بنوائی کن زحاسداں پنہا نا
خالی کن ایں خانہ زبس مہما نا ۔۔۔ با ما کس را بخانہ در منشا نا

منشانا - نشاندن مصدر سے فعل نہی کا صیغہ ہے - بٹھانا ؎

اے محبوب! میں چاہتا ہوں کہ تیرا مہمان ہوں اگر ہو سکے - تو مجھے حاسدوں کی نظر سے پوشیدہ رکھنا - اس گھر کو مہمانوں کے ہجوم سے خالی کر اور گھر میں ہمارے ساتھ کسی اور کو نہ بٹھانا -

(۱۳)

آں رشتہ کہ قوت روانست مرا ۔۔۔ آرائش جان ناتوانست مرا
برلب چو کشی جاں کشدم از پے آں ۔۔۔ پیوند چو با رشتہ جانست مرا

وہ رشتہ جو میری روح کی قوت اور جان ناتواں کی آرائش ہے - اگر تو اسے لب پہ کھینچ لائے تو میری جان بھی ساتھ ہی نکل جائیگی - کیونکہ اس کا تعلق میرے رشتۂ جان کے ساتھ ہے -

مطلب یہ کہ مجھے محبوب حقیقی کے ساتھ جو تعلق ہے جان اسی کی وجہ سے قائم ہے اگر اس تعلق کا انقطاع ہو جائے تو جان بھی نکل جائے اور میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا -

(۱۴)

تا چند کشم غصۂ ہر ناکس را ۔۔۔ وز خست تو و فاک شوم ہر خس را
کارم بدعا چو بر نمی آید راست ۔۔۔ وادم سہ طلاق ایں فلک اطلس را

ناکس - کمینہ، نالائق، فرومایہ ٭ خست - کمینہ پن ٭

خس - مراد ذلیل لوگ ٭

سہ طلاق - طلاق مغلظ - مراد انقطاع کلی ٭

فلک اطلس - نیلگوں آسمان - مشرقی شاعری میں ستاروں کی نحوست اور سعادت کے اعتبار سے آسمان ہی کو تمام آفات و بلیات کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے میں کب تک ہر ذلیل آدمی کے غصہ کو برداشت کروں اور اپنی ذلت و رسوائی کے باعث ہر کمینہ آدمی کے سامنے خوار ہوتا رہوں - جب دعا سے بھی میرا کام بنتا نظر نہیں آتا تو میں نے اس نیلگوں آسمان کو طلاق مغلظ دیدی یعنی سفلہ نواز دنیا سے قطع تعلق کر کے قناعت اختیار کر لی -

(۱۵)

ہر گہ بینی دو سہ سرگرداں را عیب رہ مرداں نتواں کرد آں را
تقلید دو سہ مقلد بے معنی بدنام کند رہ جواں مرداں را

مقلد - تقلید کرنیوالا ٭ جوانمرداں - مراد محققین و مجتہدین ٭

جب تو چند سرگرداں آدمیوں کو دیکھے تو ان کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے مردان خدا کے طریق کی عیب جوئی نہ کر - کیونکہ چند بے معنی مقلدوں کی تقلید محققین و مجتہدین کے مسلک کو بھی بدنام کر دیتی ہے -

(۱۶)

دنیا جم را و قیصر و خاقاں را تسبیح ملک را و صفا رضواں را
دوزخ بد را بہشت مر نیکاں را جاناں ما را و جان ما جاناں را

دنیا جمشید، قیصر اور خاقان کے لئے ہے۔ تسبیح فرشتوں کے لئے اور صفائی رضواں کے واسطے۔ دوزخ گنہگاروں کے لئے اور بہشت نیکوں کے واسطے۔ لیکن محبوب ہمارے لئے اور ہماری جان محبوب کے لئے۔

(۱۷)

وصل تو کجا و من مہجور کجا   دردانہ کجا و حوصلۂ مور کجا
ہر چند ز سوختن ندارم باکے   پروانہ کجا و آتش طور کجا

حوصلہ۔ پوٹا۔ موتی کا دانہ چیونٹی کے پوٹے میں نہیں سما سکتا ؏

پروانہ۔ مراد انسان ؏ آتش طور۔ انوار ربانی ؏

کہاں تیرا وصل اور کہاں میں ہجراں نصیب۔ کہاں موتی کا دانہ اور کہاں چیونٹی کا حوصلہ۔ اگرچہ میں جل جانے سے خوفزدہ نہیں۔ مگر پھر بھی کہاں پروانہ اور کہاں آتش طور۔

کوہ طور کا واقعہ مشہور ہے جب حضرت موسیٰؑ جیسے اولوالعزم پیغمبر اس کے نظارۂ جمال کی تاب نہ لا سکے تو پھر عامۃ الناس کا ذکر ہی کیا۔



(۱۸)

برتافت عنان صبوری از جان خراب   شد چو رکاب حلقہ چشم از تب و تاب
دیگر چو عنان نہ پیچم از حکم تو سر   گر دولت پابوس تو یابم چو رکاب

عنان برتافتن۔ باگ موڑ لینا، توجہ پھیر لینا ؏

عنان پیچیدن = سرکشی کرنا۔

اس خراب و خستہ جان کے ہاتھ سے صبر و استقامت کی باگ چھوٹ گئی اور حلقہ چشم رنج انتظار کے باعث رکاب کے مانند ہو گیا ہے اگر رکاب کی طرح میں بھی تیری دولت پابوسی سے بہرہ اندوز ہو جاؤں۔ تو پھر عنان کی مانند کبھی تیرے حکم سے سرتابی نہ کرونگا۔

(۱۹)

ازچرخ فلک گردش یکساں مطلب — وز دور زمانہ عدل سلطاں مطلب
روزے بیچ کہ در جہاں خواہی بود — آزار دل ہیچ مسلماں مطلب

تو گردش افلاک سے یکساں (دلخواہ) رفتار کی امید نہ رکھ اور دور زمانہ سے سلطان کے عدل کی تمنا نہ کر۔ (بلکہ کوشش کر) کہ اس چند روزہ دنیاوی زندگی میں کسی مسلمان کا دل تیرے ہاتھوں نہ دکھے۔

(۲۰)

گہ میگردم بر آتش ہجر کباب — گہ سر گرداں بہ بحر غم ہمچو حباب
القصہ چو خار و خس دریں دیر خراب — گہ بر سر آتشم گہے بر سر آب

کبھی تو میں ہجر کی آگ پر کباب کی طرح بھن رہا ہوں اور کبھی غم کے سمندر میں حباب کے مانند سرگرداں پھرتا ہوں۔ القصہ اس دیر خراب (دنیا) میں خار و خس کی مانند کبھی تو آگ پر ہوں اور کبھی پانی پر (یعنی ہمیشہ مصائب و آلام میں مبتلا ہوں)۔

(۲۱)

کارم ہمہ نالہ و خروشست امشب
نی صبر پدیدست و نہ ہوشست امشب
دوشم خوش بود ساعتے پنداری
کفارۂ خوشدلی دوشست امشب

کفارہ - بدلہ ÷ دوش - کل رات ÷

آج رات میرا تمام کام (محض) نالہ و خروش ہے نہ تو صبر ظاہر ہے اور نہ ہی ہوش بجا ہیں کل رات میری ایک ایک گھڑی اچھی گزر گئی تھی معلوم ہوتا ہے کہ آج اس دوشینہ خوشی کا عوض مل رہا ہے -

(۲۲)

اے آینہ حسن تو در صورت زیب
گرداب ہزار کشتی صبر و شکیب
ہر آئینہ کہ غیر حسن تو بود
خواند خردش سراب صحرائے فریب

شکیب - صبر ÷ ہر آئینہ - مراد دنیاوی دلفریب اشیاء ÷

سراب - ریگستان میں سورج کی شعاعیں ذروں پر پڑتی ہیں - تو ان کی چمک سے دھوکا ہوتا ہے کہ صاف و شفاف پانی بہہ رہا ہے - لیکن فی الحقیقت وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا - پیاسے ہرن اس کے پیچھے دوڑتے ہیں اور آخر کار وہیں دھوپ میں مر جاتے ہیں ÷

اے محبوب! تیری صورت زیبا کی وجہ سے تیرے حسن کا آئینہ صبر و شکیبائی کی ہزاروں کشتیوں کے لئے گرداب ہے ہر آئینہ جو تیرے حسن کے سوا ہو عقل اسے صحرائے فریب کے نام سے تعبیر کرتی ہے -



(۲۳)

دور از تو فضائے دہر بر من تنگ است — دارم دلکی کہ زیر صد من سنگ است
عمریست کہ مدتش زماں را عار است — جانیست کہ بردنش اجل را ننگ است

تیری جدائی میں فضائے دہر اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہے۔ میرے سینے میں ایک ایسا دل ہے جو سینکڑوں من پتھر کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہے۔ میری عمر ایسی ہے جس کی مدت زمانہ کے لئے باعث شرم ہے اور میری جان ایسی ہے کہ موت کو بھی اس کے لے جانے سے عار ہے۔

(۲۴)

آنرا کہ قضا ز خیل عشاق نوشت — آزاد ز مسجد است و فارغ ز کنشت
دیوانۂ عشق را چہ ہجراں چہ وصال — از خویش گذشتہ را چہ دوزخ چہ بہشت

جس کو قضا و قدر نے زمرۂ عشاق میں لکھا وہ مسجد و بتخانہ سے آزاد و فارغ ہے دیوانۂ عشق کے لئے ہجر و وصال یکساں ہے۔ جو شخص اپنی ہستی سے گذر گیا ہو۔ اس کے لئے دوزخ کیا اور بہشت کیا (دونو برابر ہیں)۔

(۲۵)

اے دل ہمہ خوں شوی شکیبائی چیست — وے جاں بدر آ مقیم رعنائی چیست
اے دیدہ چہ مروت شرمت بادا — نادیدہ جمال دوست بینائی چیست

اے دل! تو سراپا خون ہو جا صبر و شکیبائی کیا ہے اور اے جان! باہر نکل یہ اترانا کیسا ہے۔ اے آنکھ! یہ کیا مردانگی ہے۔ تجھے شرم کرنی چاہیے جب دوست کا حال نہیں دیکھا تو بینائی سے فائدہ۔

(۲۶)

دل عادت و خوی جنگجوی تو گرفت جاں گوہر ہمت سرِ کوی تو گرفت
گفتم بخط تو جانب ما را گیر اینہم طرف روی نکوی تو گرفت

خط۔ سبزۂ رخسار۔ گوہر ہمت۔ استقامت فی العشق مراد ہے۔

دل نے تیری جنگجوئی کی عادت اختیار کر لی اور جان نے تیرے کوچے میں گوہر ہمت حاصل کیا۔ میں نے تیرے خط سے کہا کہ ہماری طرفداری کر مگر وہ بھی تیرے ہی خوبصورت چہرے کا طرفدار ہو گیا۔ یعنی ہمیں امید تھی کہ خط نمودار ہونے کے بعد تیرا غرور حسن کم ہو جائیگا اور تو ضرور ہماری طرف مائل ہوگا لیکن خط بھی تیرا ہی طرفدار نکلا یعنی اس سے تیرے چہرے کی رونق دوبالا ہو گئی اور تیرے غرور حسن کو افزوں کر دیا۔

(۲۷)

گفتار نکو دارم و کردارم نیست از گفت نکو بے عمل عارم نیست
دشوار بود کردن و گفتن آساں آساں بسیار ہیچ دشوارم نیست

باتیں تو چکنی چپڑی کرتا ہوں مگر عمل کچھ بھی نہیں! اس پر طرفہ یہ کہ اپنے بے عمل باتوں پر شرمسار بھی نہیں ہوتا۔ (عمل) کرنا دشوار ہوتا ہے اور باتیں بنانا آسان۔ میرے پاس آسانیاں (گفتار) تو بہت ہے مگر دشوار

(عمل) کچھ بھی نہیں ہے۔

(۲۸)

اے خواجہ ترا غم جمالی ما ہست   اندیشہ باغ و راغ و خرمن گاہست
ما سوختگان عالم تجریدیم   ما را غم لاالٰہ الا اللہ است

خواجہ ۔ مالک و آقا ۔ مراد دنیا دار ۔ راغ ۔ سبزہ زار ۔
خرمن ۔ کھلیان ۔ غلہ کا ڈھیر ۔
عالم تجرید ۔ وہ زندگی جس میں سالک کو ماسویٰ سے کوئی علاقہ نہ ہو ۔

اے خواجہ ! تجھے کسی معشوق کے حسن و جمال کا غم ہے ۔ اور باغ و سبزہ زار اور کھلیان کی فکر ہے ۔ مگر ہم عالم تجرید کے جلے ہوئے ہیں ۔ اسلئے ہمیں محض لاالٰہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) کا غم ہے ۔
مطلب یہ کہ ہم ماسویٰ کو دل سے محو کر کے وحدت بحت کے مشاہدہ میں مستغرق ہو چکے ہیں اس لیے وہ تمام دلفریب اشیاء اور آسائش و معاش کے سامان جو اہل دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر دیتے ہیں اور حجاب ہو کر رہ گئے ہیں ہمارے لئے موثر نہیں ہو سکتے ۔

(۲۹)

گویند دل آئینہ آئین عجب است   در روئے رخ شاہدان خود بین عجب است
در آئینہ روئے شاہداں نیست عجب   خود شاہد و خود آئینہ این عجب است

شاہد ۔ معشوق ۔ آئین ۔ طرز ، روش ۔ خود بیں ۔ مغرور ۔
آئینہ ۔ چونکہ تزکیہ و تصفیہ کی بدولت انوار ربانی کا مشاہدہ دل

میں ہوتا ہے اس لئے اسے آئینہ کہتے ہیں ۔

کہتے ہیں کہ دل ایک عجیب طرز کا آئینہ ہے اور اس میں خود میں معشوقوں کا چہرہ نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ آئینہ میں معشوقوں کا چہرہ نظر آتا جائے تعجب نہیں بلکہ تعجب خیز یہ امر ہے کہ وہ خود ہی معشوق ہے اور خود ہی آئینہ ۔ (شاہد و آئینہ فی الحقیقت ایک ہیں) ۔

(۳۰)

بر شکل بتاں رہزن عشاق حق است   لابلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقلید جہاں   واللہ کہ ہماں ز وجہ اطلاق حق است

بتوں کی شکل میں عشاق کے دین و دل کو غارت کرنیوالا حق تعالیٰ ہی ہے ۔ نہیں بلکہ تمام عالم آفاق میں اسی کا ظہور ہے ۔ ہر چیز جو تعین و تقید کی رو سے جہان میں معین و مقید ہے ۔ خدا کی قسم از روئے اطلاق وہ حق ہی ہے ۔

(۳۱)

در ہجر ایم قرار می باید و نیست   آسائش جان زار می باید و نیست
سرمایہ روزگار می باید و نیست   یعنی کہ وصال یار می باید و نیست

ہجر میں ہم کو صبر و قرار چاہیے مگر نہیں ہے اور اس جان حزیں کو آسائش و آرام کی ضرورت ہے مگر وہ بھی حاصل نہیں ۔ سرمایۂ روزگار کی حاجت ہے مگر نصیب نہیں ۔ یعنی کہ وصال یار درکار ہے ، مگر میسر نہیں ۔

(۳۲)

روزم بغم جہان فرسودہ گزشت　　شب در ہوس بودہ و نابودہ گزشت
عمرے کہ ازو دمے جہانے ارزد　　القصہ بفکرہائے بیہودہ گزشت

میرا دن تو دنیائے ناپائدار کی فکر میں گزر گیا اور رات موجود و غیر موجود اشیاء کی حرص میں تمام ہو گئی۔ القصہ جس زندگی کی ایک ساعت کی قیمت یہ جہان ہو سکتا تھا وہ بیہودہ تفکرات میں بسر ہو گئی۔

(۳۳)

گریم زغمت تو زار و گوئی زرق است　　چوں زرق بود کہ دیدہ در خوں غرق است
تو پنداری کہ جملہ دلہا دل تو است　　نہ نہ صنما میان دلہا فرق است

میں تیرے غم فراق کی وجہ سے زار و قطار روتا ہوں مگر تو اسے مکر کہتا ہے۔ اے محبوب! یہ مکر کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ میری آنکھیں تو خون میں ڈوبی ہوئی ہیں تو سمجھتا ہے کہ تمام دل تیرے ہی دل کی مانند ہیں۔ نہیں نہیں۔ اے محبوب دلوں میں فرق ہوتا ہے۔

(۳۴)

آنرا کہ فنا شیوہ و فقر آئین است　　نہ کشف و یقین نہ معرفت نہ دین است
رفت او ز میان ہمیں خدا ماند خدا　　الفقر اذا تم ہو اللہ این است

فنا۔ وہ کیفیت جس میں ماسوا کے خیال کو لوحِ خاطر سے کلیتہً محو کر کے سالک اپنی ہستی کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔
کشف۔ مشاہدہ تجلیات کو کہتے ہیں۔

جس کسی کا شیوہ فنا اور دستور العمل فقر ہے وہ کشف و یقین اور معرفت و دین (مقامات) کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ خود درمیان سے اٹھ جاتا ہے تو خدا ہی خدا باقی رہ جاتا ہے۔ الفقر اذا تم ہو اللہ (فقر جب تمام ہو جاتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے) اسی کو کہتے ہیں۔

(۳۵)

کردم توبہ شکستیش روز نخست چوں شکستم توبہ ام خواندی چیست
القصہ تمام توبہ ام در کف تست یکدم نہ شکستہ اش گذاری نہ درست

میں نے توبہ کی تو نے پہلے ہی روز اسے توڑ دیا اور جب میں نے اسے توڑ دیا تو تو نے شد و مد کے ساتھ مجھے توبہ کی تلقین کی۔ القصہ میری توبہ کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ نہ تو اسے دم بھر شکستہ رہنے دیتا ہے اور نہ درست۔

(۳۶)

دنیا بمثل چو کوزۂ زرین است گہ آب درو تلخ گہے شیرین است
تو غرہ مشو کہ عمر من چندین است کیں اسپ اصیل مدام زیر زین است

غرہ - مغرور ؛

دنیا ایک سنہری کوزے کے مانند ہے کبھی اس میں تلخ پانی ہوتا ہے اور کبھی شیریں۔ تو مغرور نہ ہو کہ میری عمر اس قدر ہے کیونکہ یہ اصیل گھوڑا ہمیشہ زین کے نیچے رہتا ہے۔

(۳۷)

تا در نرسد وعدۂ ہر کار کہ ہست — سودے نہ دہد یاری ہر یار کہ ہست
تا زحمت سرما و زمستاں نہ کشد — پرگل نشود دامن ہر خار کہ ہست

جب تک کسی کام کا مقررہ وقت نہ پہنچے کسی یار و مددگار کی مدد و معاونت سود مند نہیں ہوتی۔ جب تک سردی و گرمی کی زحمت برداشت نہیں کرتا کسی کانٹے کا دامن پھولوں سے پُر نہیں ہوتا۔

کل امر مرہون باوقاتہا۔ کوئی کام اپنے وقت مقررہ سے پہلے نہیں ہوتا۔ کسی پودے کا بیج جب زمین میں بویا جاتا ہے تو پہلے وہ ایک کانٹے کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ گرمی و سردی کی زحمت برداشت کرتا ہوا انتہائے کمال تک پہنچتا ہے اور اس میں پھول اور پھل نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح کوئی آدمی جب تک دنیا کے سرد و گرم سہتا ہوا مدارج کمال کو طے نہیں کرتا نیل مرام سے محروم رہتا ہے اور اس کا نخل تمنا بارور نہیں ہوتا۔

(۳۸)

یارب تو زمانہ را دلیلے بفرست — نمروداں را پشّہ چو پیلے بفرست
فرعونیگاں ہمہ زبردست شدند — موسیٰ و عصا و رود نیلے بفرست

نمرود۔ ایک کافر بادشاہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا خدا نے دنیا میں اس کی سزا دی ایک مچھر ناک کے راستے اس کے دماغ میں چلا گیا۔ اور تنگ کرنا شروع کیا۔

فرعون۔ مصر کا ایک بادشاہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حضرت موسیٰ مامور من اللہ ہو کر اس کے پاس آئے مگر وہ راہ راست پر نہ آیا۔ آخر کار موسیٰ بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے نکل کھڑے ہوئے فرعون نے تعاقب کیا۔ دریائے نیل کے کنارے پہنچے تو موسیٰ نے خدا کے حکم سے اپنا عصا مارا دریا میں راستہ پیدا ہو گیا اور وہ بنی اسرائیل سمیت پار پہنچ گئے فرعون بھی راستہ صاف دیکھ کر دریا میں چلا گیا اور اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

اے خدا! تو زمانہ کے لئے کوئی راہنما بھیج دے اور ان نمرودوں کے لئے ہاتھی جیسا کوئی مچھر بھیج دے۔ فرعون سیرت لوگ چیرہ دست ہو رہے ہیں اس لئے تو حضرت موسیٰ اور عصا اور رود نیل بھیج دے۔

(۳۹)

آساں آساں ز خود اماں نتواں یافت   ویں شربت شوق رائگاں نتواں یافت
زاں می کہ عزیز جان مشتاقان است   یک جرعہ بصد ہزار جاں نتواں یافت

رائگاں۔ مفت ٭ جرعہ۔ گھونٹ ٭

اپنی خودی سے بآسانی نجات حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ شربت شوق یونہی دستیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ شراب جو مشتاقان جمال کے لئے عزیز ہے۔ اس کا ایک گھونٹ ہزاروں جانوں کے عوض بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔

(۴۰)

از دردنشاں مدہ کہ درجان تو نیست　　بگذر ز ولایتے کہ آں زان تو نیست
از بے خردی بود کہ با جوہریاں　　لاف از گہرے زنی کہ در کان تو نیست

اس درد کا نشان نہ دے جو تیری جان میں نہیں ہے اور اس ملک کا ذکر نہ کر جو تیری ملکیت نہیں ہے کیسی حماقت ہے کہ تو جوہریوں کے سامنے ایسے موتی کے متعلق لاف زنی کرتا ہے جو تیری کان میں نہیں ۔

(۴۱)

چشمم ہمہ اشک گشت و جسمم بگریست　　در عشق تو بے جسم ہمے باید زیست
از من اثرے نماند ایں گریہ ز چیست　　چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

میری آنکھیں سراسر اشک بن گئیں اور میرا جسم (آنکھیں بن کر) رویا۔ تیرے عشق میں جسم کے بغیر زندہ رہنا چاہیئے۔ میری ہستی کا تو نشان تک بھی باقی نہیں رہا پھر یہ گریہ وزاری کیوں ہے۔ اور جب میں مجسم معشوق ہو گیا ہوں ۔ تو عاشق کون ہے ۔

مصرع اوّل ایک نسخہ میں اس طرح درج ہے ؎

جسمم ہمہ اشک گشت و چشمم بگریست

یہ نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ میری آنکھیں اس قدر روئیں کہ میرا تمام جسم آنسو ہو کر بہہ گیا۔ یعنی محبوب حقیقی کے عشق میں کثرت گریہ کی وجہ سے خودی کا احساس مٹ گیا ۔

---

(۴۲)

تا پائے تو رنجہ گشت و بادرد بساخت   مسکین دل رنجورمن از درد گداخت
گویا کہ ز روزگار دردے دارد   این درد کہ در پائے تو خود را انداخت

جب سے تیرا پاؤں تکلیف زدہ ہو کر درد کرنے لگا ہے میرا مسکین اور رنجور دل درد سے گھل گیا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ درد بھی زمانہ کا ستایا ہوا ہے جب ہی تو تیرے پاؤں آپڑا ہے ۔

(۴۳)

عشق تو بلائے جان درویش منست   بیگانہ نمی شود مگر خویش منست
گفتم سفرے کنم زغم بگریزم   منزل بمنزل غم تو در پیش منست

تیرا عشق مجھ درویش کے لئے بلائے جان ہو گیا ہے اور بیگانہ (جدا) نہیں ہوتا شاید وہ میرے اقربا میں سے ہے ۔ میں نے غم سے بھاگنے کے لئے سفر کی ٹھانی ۔ مگر تیرا غم منزل بمنزل میرے آگے آگے موجود تھا ۔

(۴۴)

زان می خوردم کہ روح پیمانۂ اوست   زان مست شدم کہ عقل دیوانۂ اوست
دودی بمن آمد و آتشے با من زد   زان شمع کہ آفتاب پروانۂ اوست

میں نے وہ شراب پی ہے جس کا پیمانہ روح ہے اور اس (شراب) سے مست ہوا ہوں جس کے لئے عقل دیوانہ ہو رہی ہے ۔ اس شمع کا دھواں مجھ تک آیا جس کا آفتاب بھی پروانہ ہے اور اس (دھوئیں) نے میرے تن بدن

(۴۵)

زنّار پرست زلفِ عنبر بُو بیست محراب نشین گوشۂ ابرو بیست
یارب تو چہ کعبۂ کہ باشد شب و روز روئے دل کافر و مسلماں سوی تست

(جو ہے) وہ تیری زلفِ عنبر بو کا زنّار پرست ہے یا تیرے گوشۂ ابرو کا محراب نشین ہے سبحان اللہ! تو کیسا کعبہ ہے کہ شب و روز ہر کافر و مسلمان کے دل کا رخ تیری ہی جانب ہے (سب تیرے ہی مشتاق ہیں) -

(۴۶)

با دل گفتم کہ اے دل احوال تو چیست دل دیدہ پر آب کرد و بسیار گریست
گفتا کہ چگونہ باشد احوال کسے کو را بمرادِ دیگرے باید زیست

میں نے دل سے دریافت کیا کہ اے دل تیرا کیا حال ہے دل آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور بہت رویا اور کہا کہ اس شخص کا حال کیا ہو سکتا ہے جس کو کسی دوسرے کی مراد کے موافق جینا پڑے -

(۴۷)

اے مقصد خورشید پرستاں رویت محرابِ جہانیاں خمِ ابرویت
سرمایۂ عیش تنگدستاں دہنت سر رشتۂ دلہائے پریشاں مویت

تیرا چہرہ سورج دیوتا کے پجاریوں کا مقصود ہے اور تیرا خم ابرو اہل جہان کے لئے محراب ہے تیرا دہن تنگ دستوں کے عیش کا سرمایہ ہے - اور تیرے گیسو پریشان دلوں کا سر رشتہ ہے -

یعنی دنیا میں ہر شخص اپنے جداگانہ مسلک پہ گامزن ہے مگر دراصل

سب کا مقصود وہی ذات واحد ہے اور سب اسی کی کسی نہ کسی صفت سے غذائے روح حاصل کر رہے ہیں۔

(۴۸)

غم عاشق سینہ بلا پرور ماست خون در دل آرزو ز چشم تر ماست
ہاں عیر اگر حریف یا فی پیش آئی کالماس بجائے بادہ در ساغر ماست

غم ہمارے بلا پرور سینہ کا عاشق ہے اور ہماری چشم تر کی وجہ سے آرزو کا دل خون ہو رہا ہے۔ اے رقیب! اگر تو میرا حریف مقابل ہے تو آگے آ۔ کیونکہ ہمارے ساغر میں شراب کی بجائے ہیرا (زہر) بھرا ہوا ہے۔

(۴۹)

در کشور عشق جائے آسائش نیست آنجا ہمہ کاہش است افزائش نیست
بے درد و الم توقع درماں نہ بے جرم و گنہ امید بخشائش نیست

سرزمین عشق میں آرام و آسائش کی جگہ نہیں ہے۔ وہاں سراسر کاہش (گھٹنا) ہی کاہش ہے۔ افزائش (بڑھنا) بالکل نہیں۔ درد و الم کے بغیر علاج کی توقع نہیں ہو سکتی اسی طرح جرم و گناہ کے بغیر بخشش کی بھی امید نہیں۔

(۵۰)

عشق آمد و گرد فتنہ بر جانم بیخت عقلم شد و صبر رفت و ہوشم بگریخت
زیں واقعہ سخ دوست دستم بگرفت چوں دید کہ ہر چہ داشت در پایم ریخت

عشق آیا اور اس نے میری جان پر فتنہ و فساد کی گرد جھاڑ دی میری عقل جاتی رہی صبر رخصت ہو گیا اور ہوش مفقود ہو گئے۔ اس سخت واقعہ پر دوست نے میری دستگیری کی جب اس نے دیکھ لیا کہ جو کچھ میرے پاس تھا میں نے اس کے پاؤں پر نثار کر دیا۔

(۵۱)

گر مردہ بوم بر آمدہ سالے بیست
چہ پنداری کہ گورم از عشق تہیست
گر دست بخاک من نہی کاینجا کیست
آواز دہم کہ حال معشوقم چیست

میری موت پر بیس سال گزر جانے کے بعد بھی کیا تو خیال کر سکتا ہے۔ کہ میری قبر عشق سے خالی ہے۔ اگر تو میری خاک لحد پہ ہاتھ رکھ کر دریافت کرے کہ یہاں کون ہے۔ تو میں آواز دوں کہ میرے معشوق کا کیا حال ہے۔

(۵۲)

اے قبلہ ہر کہ مقبل آمد رویت
روئے ہمہ مقبلات عالم سویت
امروز کسے کز تو بگردد اندر روئے
فردا بکدام روبہ بیند رویت

مقبل۔ صاحب اقبال ؛

فردا۔ فردائے قیامت، روز محشر ؛

تیرا روئے زیبا ہر صاحب اقبال کے لئے قبلہ بنا ہوا ہے اور تمام ارباب اقبال تیری ہی طرف متوجہ ہیں اگر آج کوئی تجھ سے روگردانی کرے تو کل کس منہ سے تیرا دیدار دیکھے گا۔

(۵۳)

از ما ہمہ عجز و نیستی مطلوب است   ہستی و توانگیش زما مسلوب است
ایں اوست پدید گشتہ درصورت ما   ایں قدرت و فعل از و بما منسوب است

ہماری ذات سے سراسر عاجزی و نیستی مطلوب ہے اور ہستی اور اس کے لوازمات ہم میں مفقود ہے۔ چونکہ ہماری صورت میں وہی ذات نمایاں ہے اسلئے یہ قدرت و فعل مجازاً ہماری طرف منسوب ہیں۔

(۵۴)

گر سبحۂ صد دانہ شماری خوبست   ور جام مے از کف نگذاری خوبست
گفتی چہ کنم چہ تحفہ آرم بر دوست   بے درد مبا ہر آنچہ آری خوبست

اگر تو سو دانہ والی تسبیح شمار کرتا ہے جب بھی اچھا ہے اور اگر جام شراب ہاتھ سے نہیں چھوڑتا جب بھی مضائقہ نہیں۔ تو دریافت کرتا ہے کہ میں کیا کروں اور دوست کی خدمت میں کیا تحفہ لے کر آؤں (تو اس بارگاہ میں) درد کے بغیر نہ آ پھر جو کچھ بھی لائے خوب ہے۔

(۵۵)

آلودۂ دنیا جگر ریش تر است   آسودہ تر است آنکہ درویش تر است
ہر خر کہ بروزنگے و زنجیرے ہست   چوں برنگری بار بر و بیش تر است

جو شخص دنیا کی آلودگی میں زیادہ مبتلا ہے وہ زیادہ زخمی جگر رکھتا ہے۔ اور جو زیادہ مفلس و درویش ہے وہ زیادہ آسودہ اور مرفہ الحال ہے۔ جس گدھے پر زنجیر اور گھونگرو ہوں اگر بغور دیکھیں تو اس پر

(۵۶)

دلشب که دلم ز تاب هجران میسوخت   اشکم همه در دیدهٔ گریان میسوخت
می سوختم آنچنانکه غیر از دل تو   بر من دل کافر و مسلمان میسوخت

کل رات جبکہ میرا دل گرمی فراق سے جل رہا تھا اور میرے آنسو چشم اشکبار میں جل رہے تھے۔ (گرم آنسو میری آنکھوں سے بہہ رہے تھے) میں اس طرح جل رہا (مضطر و بیقرار) تھا کہ میری حالت کو دیکھ کر تیرے سوا ہر ایک کافر و مومن کا دل میرے لئے جل رہا تھا۔

(۵۷)

سیمابی شد هوا و زنگاری دشت   ای دوست بیا و بگذر از هر چه گذشت
گر میل وفاداری اینک دل و جان   ور میل جفاداری اینک سر و طشت

ہوا سیمابی (شبنم آلود) اور دشت زنگاری (سرسبز) ہو گیا اے دوست! تو میری گزشتہ تقصیرات سے قطع نظر کرتے ہوئے آ۔ اگر تجھے وفاداری کی خواہش ہے تو دل و جان حاضر ہے اور اگر جور و ستم کا خیال ہے تو یہ سر ہے اور یہ طشت (یعنی سر کاٹ کر طشت میں رکھ دے)۔

(۵۸)

عقرب سر زلف یار و مه چنبر اوست   شیرین سخنی که شهد در شکر اوست
با اینهمه کبر و ناز کاندر سر اوست   غمهای دو روزگار فرمانبر اوست

یار کی زلف کا سرا برج عقرب اور اس کا حلقہ چاند کی مانند ہے۔ وہ ایسا شیریں گفتار ہے کہ اس کے شکر (لب یا دہن) میں شہد بھرا ہوا ہے۔

بادشاہ روزگار تمام کبر و ناز کے باوجود (جو اس کے سر میں ہے) اس کا فرمانبردار ہے۔

(۵۹)

ایدل چو خدنگت رگ جاں بکشود ست
منمای بکس خرقۂ خون آلود ست
می نال چنانچہ بشنوند آوازت
میسوز چنانکہ بر نیاید دودت

اے دل! اگر تیر عشق نے تیری رگ جان کو زخمی کر دیا ہے تو اپنا خون آلود خرقہ کسی کو مت دکھا۔ تو اس طرح نالہ و فریاد کر کہ کوئی تیری آواز نہ سنے اور اس طرح جل کہ دھواں کبھی نہ ہو۔

(۶۰)

سر سخن دوست نمی یارم گفت
دریست گرانبہا نمی یارم سفت
ترسم کہ بخواب در بگویم بہ کسے
شبہاست کزیں خوف نمی یارم خفت

میں اپنے دوست کی باتوں کا راز نہیں بتا سکتا وہ ایک گرانبہا موتی ہے جس کو میں سلک تقریر میں نہیں پرو سکتا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں خواب میں کسی سے نہ کہہ دوں۔ اس لئے بہت سی راتیں گزر گئی ہیں۔ کہ میں سو کبھی نہیں سکتا۔

(۶۱)

در بحر یقین کہ در تحقیق لبی است
گرداب در وجود م کشتی نفسی است
ہر گوش صدف حلقۂ چشمت پر آب
ہر موج اشارۂ تا زابروئے کسی است

صدف ۔ سیپ جو کان کی مانند ہوتی ہے ÷

ایمان و یقین کے سمندر میں تحقیق کے موتی بہت ہیں مگر اس میں "دم کشتی نفس" کی مانند گرداب بھی ہیں۔ ہر سیپ آنسو بھری آنکھ کا حلقہ ہے اور ہر موج کسی (محبوب) کے ابرو کا اشارہ ہے ۔

دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

(۶۲)

شب آمد و رفتم اندر غمِ دوست ۔۔۔ ہم بر سرِ گریہ چشم را خوست
از خونِ دلم ہر مژہ پنداری ۔۔۔ لختی است کہ پارۂ جگر بر سرِ اوست

رات آئی اور میں دوست کے غم فراق مبتلا ہو گیا۔ میری آنکھوں کو رونے کی عادت سی ہو گئی خون دل کی وجہ سے میری ہر ایک پلک ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا معلوم ہوتی ہے جس پر جگر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے ۔

(۶۳)

گفتی کہ فلاں زیادِ ما خاموش است ۔۔۔ از بادۂ عشق دیگرے مدہوش است
شرمت بادا ہنوز خاک درِ تو ۔۔۔ از گرمیِ خونِ دلِ من در جوش است

تم کہتے ہو کہ فلاں (یعنی میں) ہمکو بھول گیا ہے اور کسی دوسرے کے بادۂ عشق سے مدہوش و سرشار ہو رہا ہے۔ تم کو (ایسا کہتے ہوئے) شرم کرنی چاہیے کیونکہ ابھی تک تیرے دروازے کی خاک میرے خون دل کی گرمی سے جوش زن ہے ۔

(۶۴)

آں شب کہ مرا بوصل آں مہ رنگست بالائے ثریم کوتہ و پہنا تنگست
واں شب کہ ترا بمن مسکیں جنگست شب کور و خروس گنگ و پروین لنگست

پروین۔ ثریا ٭ کور۔ مراد تاریک ٭

جس روز مجھے اس ماہ رو کے وصل سے خوشی حاصل ہوتی ہے تو میری رات کی درازی کوتاہ اور وسعت تنگ ہوتی ہے اور جس رات تجھے مجھ مسکین کے ساتھ جنگ ہوتی ہے یعنی شب جدائی۔ تو رات تاریک، مرغ سحر گونگا، اور پروین لنگڑا ہو جاتا ہے۔ (یعنی شب وصال بہت مختصر ہوتی ہے۔ اور جدائی کی رات کاٹے نہیں کٹتی)۔

(۶۵)

اندر ہمہ دشت خاوراں گر خاریست آغشتہ بخون عاشق افگاریست
ہر جا کہ پری رخے و گلرخساریست ما را ہمہ درخواست مشکل کاریست

دشت خاوراں میں جہاں کہیں کانٹا ہے وہ کسی دل فگار عاشق کے خون سے آلودہ ہے۔ عجب مشکل آپڑی ہے کہ جس جگہ کوئی پری چہرہ اور گلرخسار معشوق ہے۔ وہ ہمارے لئے موزوں و مناسب ہے (ہم اسی کو دل دے بیٹھتے ہیں)۔

(۶۶)

ای دل غم عشق از برائے من و تست سر رشتۂ او نہ کہ سزائے من و تست
تو چاشنیٔ درد ندانی ورنہ یکدم غم دوست خونبہائے من و تست

خونبہا - وہ رقم جو قاتل مقتول کے ورثاء کو ان کی رضامندی کے لئے دیتا ہے ؏

اے دل! غم عشق میرے اور تیرے ہی لئے ہے لہٰذا اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دے کیونکہ ہمارے لئے یہی سزاوار ہے (اے دل!) تو درد کی لذت سے آشنا نہیں۔ ورنہ دم بھر کے لئے غم دوست میرے اور تیرے خونبہا کے برابر ہے ۔

(۶۷)

ناکامیم اے دوست زخودکامی تست ویں سوختگیہائے من از خامی تست
مگذار کہ درعشق تو رسوا گردم رسوائی من باعث بدنامی تست

خودکامی - خودغرضی، خودرائی ؏

اے دوست! میری ناکامی تیری خودغرضی و خودرائی کی وجہ سے ہے اور میرا سوز و گداز تیری خامی کے باعث ہے ایسا نہ کر کہ میں تیرے عشق میں رسوا ہو جاؤں کیونکہ میری رسوائی تیری بدنامی کا سبب ہو گی ۔

(۶۸)

بر من در وصل بستہ میدارد دوست دل را بفراق خستہ میدارد دوست
من بعد من و شکستگی و در دوست چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست

دوست مجھ پر وصل کا دروازہ بند رکھتا ہے اور میرے دل کو اپنے درد فراق سے خستہ رکھتا ہے اس کے بعد میں ہونگا اور شکستگی اور دوست کا دروازہ (یعنی شکستہ خاطر ہو کر دوست کے دروازے پر پڑا رہونگا) کیونکہ دوست

دل شکستہ کو پسند کرتا ہے۔

(۶۹)

عشقم که بهر رگم غمی پیوندا ست   دردم که دلم بدرد حاجتمند است
صبرم که بکام و پنجهٔ شیرم هست   شکرم که مدام خرم و خورسند است

میرا عشق دیکھو کہ میری رگ رگ میں غم بھرا ہوا ہے اور میرا درد دیکھو کہ انتہائے درد کے باوجود میرا دل درد کا حاجتمند ہے میرا صبر دیکھو جو کہ میں شیر (عشق) کے پنجہ و حلق میں کر رہا ہوں اور پھر میرا شکر دیکھو کہ ان تمام مصائب کے باوجود بھی خرم و خورسند ہوں۔

(۷۰)

ما کشتهٔ عشقیم و جهان مسلخ ماست   ما بیخور و خوابیم و جهان مطبخ ماست
ما را نبود هوای فردوس ازانکه   آن چهرهٔ آتشین او دوزخ ماست

ہم کشتۂ عشق ہیں اور جہان ہماری شہادت گاہ ہے ہم بے خور و خواب ہیں حالانکہ تمام دنیا ہمارے لیے باورچی خانہ ہے ہمیں فردوس بریں کی خواہش و آرزو نہیں۔ کیونکہ محبوب کا آتشیں چہرہ ہمارے لیے دوزخ ہے۔

(۷۱)

دل چیست که گویم از برای غم تست   یا آنکه چو جان من سرای غم تست
لطفی است که میکند غمت با دل من   ورنه دل تنگ من چه جای غم تست

دل کی کیا بساط ہے جو میں کہوں کہ تیرے غم کے لیے ہے یا یہ کہ میرا گھر تیرے غم کی سرائے ہے۔ تیرا غم میرے دل پر محض لطف و عنایت کر رہا ہے۔

ورنہ میرا دل تنگ تیرے غم کے لیئے موزوں جگہ نہیں ہے ۔

(۷۲)

از کفر سر زلف وے ایماں می‌بریخت — وز نوش لبش چشمہ حیواں می‌بریخت
چوں کبک خرامندہ بصد رعنائی — می‌رفت و ز سر تا قدمش جاں می‌بریخت

اس کی زلف سے (جو سراسر کفر ہے) ایمان ٹپکتا تھا اور اس کے لب شیریں سے چشمہ حیوان ٹپکتا تھا ۔ وہ کبک خراماں کی طرح خراماں خراماں جا رہا تھا اور اس کے سراپا سے جان ٹپکی پڑتی تھی ۔

فارسی شعراء عموماً زلف کو کفر اور چہرے کو ایمان سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ لہذا مصرعہ اول سے مراد یہ ہے کہ اس کی سیاہ زلفوں کے نیچے سے اس کا نورانی چہرہ اپنی جھلک دکھا رہا ہے ۔

(۷۳)

راہیست ز کعبہ تا بمقصد پیوست — از جانب بتخانہ رہے دیگر ہست
اما رہ بتخانہ ز آبادانی — راہیست کہ کاسہ میرود دست بدست

ایک راستہ کعبے سے منزل مقصود تک جاتا ہے اور بتخانے سے بھی ایک اور راستہ ہے لیکن بتخانہ کا راستہ آبادی کی وجہ سے ایسا ہے کہ اس میں کاسہ ہاتھوں ہاتھ جاتا ہے (یعنی جلدی جلدی مقصود تک پہنچ جاتا ہے) ۔

(۷۴)

عاشق نخواہد لطفے بچشم نہ بیست — بے یار و دیار اگر بود خود غم نیست
خوش آنکہ بیک کرشمہ جاں کرد نثار — ہجراں دوستاں را نداند کہ چیست

عاشق دم بھر کے لئے غم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وطن اور یاران وطن کے بغیر اگر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ کس قدر خوش نصیب ہے جس نے ایک کرشمہ (ادا) پر جان قربان کردی اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ ہجر کیا ہوتا ہے اور وہ مال کیا۔

(۷۵)

اٰی کہ ز جانم آرزوئے تو نرفت   از دل ہوس روئے نکوئے تو نرفت
از کوئے تو ہر کہ رفت دل را بگزاشت   کس با دل خویشتن زکوئے تو نرفت

تو وہ ہے کہ میری جان سے تیری آرزو نہ گئی اور میرے دل سے تیرے روئے زیبا کی ہوس نہ نکلی۔ جو شخص بھی تیرے کوچے سے گیا دل کو وہیں چھوڑ گیا اور کوئی شخص دل لے کر تیرے کوچے سے نہ نکلا۔

(۷۶)

یار آمد و گفت خستہ میدار دلت   وابم بامید بستہ میدار دلت
مارا بشکستگان نظر ہا باشد   مارا خواہی شکستہ میدار دلت

دوست آیا اور کہنے لگا کہ اپنے دل کو شکستہ رکھ اور ہمیشہ اسے امید کے ساتھ وابستہ رکھ۔ ہماری نظر عنایت شکستہ خاطر دل پر ہوا کرتی ہے۔ اگر تو ہمارا طلبگار ہے تو اپنے دل کو شکستہ رکھ ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

(۷۷)

ما دل ز غمت شکستہ داریم اے دوست — از غیر تو دیدہ بستہ داریم اے دوست
گفتی کہ بدل شکستگاں نزدیکم — ما نیز دل شکستہ داریم اے دوست

اے دوست! ہم تیرے غم عشق کی وجہ سے دل شکستہ ہو رہے ہیں، اور تیرے غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تو خود فرماتا ہے - کہ ہم شکستہ دلوں کے قریب ہیں - اے دوست! ایک نگاہ لطف ادھر بھی ہو جائے کیونکہ ہم بھی دل شکستہ ہی رکھتے ہیں -

(۷۸)

راہ تو بہر روش کہ پویند خوش است — کوی تو بہر جہت کہ جویند خوش است
روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکوست — ذکر تو بہر صفت کہ گویند خوش است

تیرا راستہ جس طریق سے بھی طے کریں بہتر ہے اور تیری گلی جس طرف بھی تلاش کریں خوب ہے - تیرے روئے زیبا کو جن آنکھوں سے بھی دیکھیں - اچھا ہے اور تیرا ذکر جس صفت سے کیا کریں موزوں و مناسب ہے -

(۷۹)

عشق آمد و خاک محنتم بر سر ریخت — زاں برق بلا بخرمنم اخگر ریخت
خوں در دل و ریشہ ہم سوخت چناں — کز دیدہ بجائے اشک خاکستر ریخت

حضرت عشق تشریف لائے اور محنت کی خاک میرے سر پر جھاڑ دی (مجھے مصائب و بلیات میں مبتلا کر دیا) - اور اس بلا کی بجلی سے میرے کھلیان میں آگ لگا دی - میرے دل اور بدن کی رگوں میں خون اس طرح جل گیا - کہ

آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خاکستر (راکھ) اگلنے لگی۔

(۸۰)

ای دوست ای دوست ای دوست — جور تو از آن کشم که روی تو نکوست
مردم گویند بہشت خواہی یا دوست — ای بیخبران بہشت با دوست نکوست

اے دوست! میں تیرے جور و ستم اس لئے برداشت کرتا ہوں کہ تو خوبرو ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ تو جنت چاہتا ہے یا دوست کا آرزومند ہے — اے بیخبرو! بہشت دوست کے ساتھ ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

(۸۱)

پرسید زمن کسی کہ جانان تو کیست — گفتم کہ فلان کس است مقصود تو چیست
بنشست و بہای ہای بگریست — کز دست چنین کسی چسان خواہی زیست

مجھ سے کسی نے دریافت کیا کہ تیرا محبوب کون ہے میں نے کہا کہ فلاں شخص، پھر اس سوال سے کیا مقصود ہے۔ وہ ایسا سن کر بیٹھ گیا اور با آواز بلند میری حالت پر رونے لگا کہ ایسے شخص کے ہاتھ سے تو کس طرح زندہ بچ سکتا ہے۔

مشرقی شاعری میں معشوق کو جور و جفا کا مجسمہ قرار دیا گیا ہے۔ شیخ نے بھی اس رباعی میں محبوب کے انتہائے ظلم و ستم کی تصویر پیش کی ہے۔

(۸۲)

عصیان خلائق ار چہ صحرا صحرا است — در پیش عنایت تو یک برگ گیاست
ہر چند گناہ ماست کشتی کشتی — غم نیست کہ رحمت تو دریا دریاست

صحرا صحرا کشتی کشتی - دریا دریا - میں تکرار کثرت و افراط کو ظاہر کرتی ہے ۔

اگرچہ مخلوق کے گناہ صحرا صحرا ہیں مگر تیری عنایت کے سامنے ان کی حقیقت ایک برگ گیاہ سے زیادہ نہیں - اگرچہ ہمارے گناہ کشتی کشتی ہیں مگر کچھ غم نہیں کیونکہ تیری رحمت بھی دریا دریا (بہت وسیع) ہے -

(۸۳)

چوں حاصل عمر تو فریبی و دمی است   زو وادمکن گرت بہر دم ستمی است
مغرور مشو بخود کہ اصل من و تو   گردی و شراری و نسیمی و نمی است

جب تیری زندگی کا حاصل ہی فریب و فنا ہے تو اگر تجھے ہر وقت ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑے تو تو بھی فریاد نہ کر - تو اپنی ذات پر مغرور نہ ہو - کیونکہ ہم دونوں آتش و آب و خاک و باد (عناصر اربعہ) سے مرکب ہیں اور ہمارے جوہر میں کوئی فرق نہیں یا یہ کہ جس کا وجود عناصر چہار گانہ کے حقیر اجزا سے مرکب ہو اس کے لیے غرور سزاوار نہیں -

(۸۴)

از گل طبقی نہادہ کیں روئے منست   وز مشک ختی کشیدہ کیں موئے منست
صد نافہ بباد دادہ کیں بوئے منست   آتش بجہاں در زدہ کیں خوئے منست

(محبوب نے) پھولوں کا ایک طبق بھر اکہ یہ میرا چہرہ ہے اور مشک کی ایک لکیر کھینچی کہ یہ میرے بال ہیں سیکڑوں نافے برباد کر دیے کہ یہ میری بو ہے - اور دنیا بھر میں آگ لگا دی کہ یہ میری عادت ہے -

(۸۵)

دائم نہ لوائے عشرت افراشتنی است　　پیوستہ نہ تخم خرمی کاشتنی است
ایں داشتنی ہا ہمہ بگذاشتنی است　　جز روز روی کہ نگہداشتنی است

عیش و عشرت کا جھنڈا ہمیشہ بلند نہیں کیا جا سکتا اور خوشی کا بیج ہمیشہ نہیں بویا جا سکتا۔ تمام اشیاء جو ہم نے جمع کر رکھی ہیں چھوڑ جانے کے لائق ہیں روز رفتن (مرگ) کے سوا جو قابل نگہداشت ہے۔

(۸۶)

از بار گنہ شد تن مسکینم پست　　یارب چہ شود اگر مرا گیری دست
گر در عملم آنچہ ترا شاید نیست　　اندر کرمت آنچہ مرا باید ہست

گناہ کے بوجھ سے میرا مسکین جسم پست ہو گیا اے خدا کونسی بڑی بات ہے اگر تو میری دستگیری کرے۔ اگر میرے اعمال میں وہ چیز نہیں ہے جو تیرے لئے سزاوار ہے (یعنی اعمال صالحہ) تو نہ سہی۔ جس چیز کا میں حاجتمند ہوں وہ تیری رحمت میں موجود ہے (یعنی عفو و مغفرت)۔

(۸۷)

ایزد کہ جہاں بقبضۂ قدرت اوست　　داد است ترا دو چیز کاں ہر دو نکوست
ہم سیرت آنکہ دوستداری ہمہ کس　　ہم صورت آنکہ کس ترا دارد دوست

ذات باری نے، جس کے قبضۂ قدرت میں تمام جہان ہے تجھے دو چیزیں عنایت فرمائی ہیں اور دونوں خوب ہیں۔ ایک حسن سیرت جس کی وجہ سے تو ہر ایک سے محبت کرتا ہے۔ دوسرے خوبی صورت جس کی بدولت ہر شخص

(۸۸)

شیریں دہنی کہ از لبش جاں می‌ریخت　　کفرش ز سر زلف پریشاں می‌ریخت
گر شیخ بکفر زلف او رہ مے برد　　خاک رہ بت بر سر ایماں می‌ریخت

وہ ایسا شیریں دہن ہے کہ اس کے لبوں سے جان (آب حیات) ٹپکتی تھی۔ اور اس کی پراگندہ زلفوں سے کفر ٹپکتا تھا۔ اگر شیخ کو اس کے کفر زلف کا راستہ مل جاتا تو بت (محبوب) کی خاک راہ ایمان کے سر پر ڈال دیتا۔

(۸۹)

آں آتش سوزندہ کہ عشقش لقب است　　در پیکر کفر و دیں چو سوزندہ تب است
ایماں دگر و کیش محبت دگر است　　پیغمبر عشق نہ عجم نہ عرب است

وہ جلانے والی آگ جس کا لقب عشق ہے۔ کفر و دین کے جسم میں تپ محرقہ کی مانند ہے۔ ایمان اور چیز ہے اور مذہب عشق و محبت اور شے ہے۔ پیغمبر عشق نہ عجم ہے نہ عرب (یعنی رنگ و نسب اور ملک و ملت کی قیود سے بالاتر ہے۔

(۹۰)

در عالم اگر فلک اگر ماہ و خور است　　از بادۂ ہستی تو پیمانہ خور است
فارغ ز جہانی و جہاں غیر تو نیست　　بیروں ز مکانی و مکاں از تو پر است

دنیا میں خواہ آسمان ہے یا ماہ و خورشید۔ تمام تیری ہی شراب ہستی سے ساغر کش ہیں۔ تو جہان سے فارغ ہے اور جہاں تیرا غیر بھی نہیں۔ تو مکان سے باہر ہے اور مکان تجھ سے بھرا ہوا ہے۔

مطلب یہ کہ عالم امکان کا ذرہ ذرہ تیری ہی ذات واجب الوجود سے مستفید ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے اور یہاں کی ہر شے تیری ہی ہستی سے قائم ہے اگرچہ تیری ذات زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہے مگر کوئی زمان اور کوئی مکان تجھ سے خالی بھی نہیں۔

(۹۱)

شطرنج جہان کہ ہر رخش باختنی است ہر آدمی او ز نقش کم ساختنی است
دنیا بمثال کعبتین نرد بستنی ہر نقش برائے انداختنی است

چنانچہ یہ ایک ایسی بازی ہے کہ جس کا جیتنا ہارنے کے مرادف ہے۔ پس بڑا کھلاڑی وہ ہے جو اس شطرنج کے داؤ پیچ سے دلبستگی نہیں رکھتا۔ دنیا کعبتین نرد کے مانند ہے جس کو اٹھانا پھینکنے ہی کے لئے ہے۔

(۹۲)

دیدم کہ درین سرای گذرانم کس نیست ہمراہ درین راہ درازم کس نیست
در قعر دلم جواہر رازی است اما چہ کنم محرم رازم کس نیست

افسوس کہ اس سرائے گذران میں میرا کوئی مونس و غمخوار نہیں اور اس دور دراز راہ میں میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ میرے دل کی گہرائیوں میں جواہر راز پنہاں ہیں مگر کیا کروں کہ محرم راز کوئی نہیں ہے۔

(۹۳)

ہاں تا نہ نہی تکیہ بر این نیک سرشت کو باگل تر ہم پرورد خار درشت
ہاں تا نشوی غرّہ بدریائے کرم کو بر لب بحر تشنہ بسیار بکشت

خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ تو اس کی عنایات پر بھروسہ کرکے بیٹھ جائے
اس خیال سے کہ وہ نرم و نازک پھولوں کے ساتھ سخت کانٹے کی بھی پرورش
کرتا ہے۔ خبردار! کہیں اس کے دریائے کرم پر مغرور نہ ہونا کیونکہ اس نے
اکثر لوگوں کو لب دریا تشنہ کام مار دیا ہے۔

(۹۴)

وی گیسوئے عنبرین عنبر سا بیت | از طرف بناگوش سمن سیما بیت
افتادہ بپائے تو بزاری ہی گفت | سرتا پایم فدائے سرتا پا بیت

کل رات تیری زلف جو عنبر کی مانند سیاہ اور خوشبودار ہے تیرے کان
کی لَو سے جو چنبیلی جیسی ہے تیرے قدموں پہ گر کر اور رو رو کر یہ کہہ رہی تھی
کہ میرا سرا پا تیرے سراپا پہ قربان ہے۔

(۹۵)

اے خالق خلق رہنمائے بفرست | وے رازق رزق ور کشائے بفرست
کار من بیچارہ گرہ در گرہ است | رحمے بکن و گرہ کشائے بفرست

گرہ در گرہ ۔ الجھا ہوا ؎

اے مخلوق کے خالق! کوئی رہنما بھیج دے اور اے رزق دینے والے
کوئی دروازہ کھولنے والا بھیج دے۔ مجھ مسکین کا کام نہایت الجھا ہوا
ہے تو رحم فرما اور کوئی مشکل کشا بھیج دے۔

(۹۶)

گردوں کمرے ز عمر فرسودۂ ماست — دریا اثرے ز اشک آلودۂ ماست
دوزخ شررے ز رنج بیہودۂ ماست — فردوس دمی ز وقت آسودۂ ماست

آسمان (اپنی خمیدگی کے باعث) ہماری کمر کی مانند ہے جو بقاضائے سن فرسودہ و خمیدہ ہو گئی ہے اور دریا با ایں ہمہ وسعت ہمارے آنسوؤں کا ایک نمونہ ہے دوزخ ہمارے رنج بیہودہ (بے نتیجہ کد و کاوش) کا ایک شرارہ ہے اور جنت با ایں ہمہ لطافت ہمارے آسودگی و آسائش کے وقت کا ایک لمحہ ہے۔

(۹۷)

دنیا بجوے وفا ندارد اے دوست — ہر لحظہ ہزار مغز سرگشتہ اوست
میداں کہ خدائے دشمنش میدارد — گر دشمن حق نۂ چرا داری دوست

اے عزیز! دنیا ایک جو کے برابر بھی وفا نہیں رکھتی۔ پھر بھی ہزاروں دماغ اس کے لیے ہر لحظہ سرگشتہ و پریشان ہیں۔ تو اس حقیقت کو جان لے کہ خدا تعالیٰ اس (دنیا) کو دشمن رکھتا ہے۔ اگر تو دشمن حق نہیں ہے تو پھر اس دنیا سے کیوں محبت رکھتا ہے۔

(۹۸)

از کار کسے قرار می باید ہست — وز یار کہ در کنار می باید ہست
ہجرے کہ بہیچ کار می ناید ہست — وصلے کہ چو جاں بکار می باید ہست

کسی (محبوب) کے معاملات قرار و اطمینان چاہیے سو وہ میسر ہے اور

محبوب جو بغل میں ہونا چاہیے وہ بھی موجود ہے ہجر جو کسی کام نہیں آتا وہ بھی ہے اور وصال جو جان کی طرح کار آمد ہے وہ بھی حاصل ہے۔

بعض نسخوں میں مصرعہ سوم پر "ہست" کی بجائے "نیست" مرقوم ہے یعنی کہ ہجر جیسی درد چیز اور مصیبت زا چیز مفقود ہے اور عیش و عشرت کے تمام سامان موجود ہیں۔

(۹۹)

گبریست دریں وہم کہ پنہانی نیست　　برداشتن سرم بآسانی نیست
ایمانش ہزار دفعہ تلقین کردم　　ایں کافر را سر مسلمانی نیست

اس وہم میں ایک گبر ہے جو پوشیدہ نہیں ہے اور اس وہم کو دور دور کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ میں نے ہزار مرتبہ اس کو ایمان کی تلقین کی مگر اس کافر کو مسلمانی کا خیال تک نہیں ہے۔

(۱۰۰)

آں روز کہ آتش محبت افروخت　　عاشق روش عشق ز معشوق آموخت
از جانب دوست سر زد ایں سوز و گداز　　تا در نگرفت شمع پروانہ سوخت

جس روز محبت کی آگ روشن ہوئی عشق کا طرز عاشق نے معشوق سے سیکھا۔ پہلے معشوق کی طرف سے یہ سوز و گداز ظاہر ہوا۔ جب تک شمع روشن نہ ہوئی پروانہ اس پر جلنے کے لئے نہ آیا ؎

عشق اوّل در دل معشوق پیدا مے شود
تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا مے شود

(۱۰۱)

میرفتم و خون دل براہم میریخت ‏ ‏ ‏ دوزخ دوزخ شرر ز آہم میریخت
من آمدم از شوق بر گلشن کون ‏ ‏ ‏ دامن دامن گل از کنارم میریخت

میں جا رہا تھا اور میرا خون دل راستے میں ٹپکتا جاتا تھا - اور میری آہ سے بے انتہا شرارے نکل رہے تھے - میں گلزار وجود میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ایسی حالت میں آیا کہ میری بغل سے بافراط پھول برس رہے تھے - (موت اور پیدائش کی تصویر اس سے بہتر الفاظ میں متصور نہیں ہو سکتی ا ہ)

(۱۰۲)

از باد صبا دلم چو بوئے تو گرفت ‏ ‏ ‏ بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت
اکنوں ز منش ہیچ نمی آید یاد ‏ ‏ ‏ بوئے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

میرے دل نے باد صبا سے جب تیری خوشبو سونگھی تو مجھ کو چھوڑ کر تیری جستجو میں ہو گیا - اب اسے کبھی میری یاد نہیں آتی پہلے تو اس نے تیری بو ہی سونگھی تھی اب تیری عادت و خو بھی اختیار کر لی -

(۱۰۳)

ہر چند آدمی ملک سیرت و خوست ‏ ‏ ‏ بدگر نبود بدشمن خود نیکوست
دیوانہ دل نیست کیں عادت اوست ‏ ‏ ‏ کو دشمن جان خویش بسیار دوست

ہر چند آدمی ملک سیرت اور فرشتہ خو ہے اگر وہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی بدسلوکی نہ کرے تو بہتر ہے - میرا دل دیوانہ ہے کیونکہ اس کی یہ

عادت ہے کہ اپنے دشمن جان کو بھی عزیز رکھتا ہے۔

(۱۰۴)

دل طفلک خاک بیز غربال بدست   بیزید و دست و روئے خود را بخست
میگفت بہائے ہائے افسوس دریغ   ریگے بہ نیافتم و غربال شکست

بیز - از بیختن مصدر - چھاننا ؛ غربال - چھلنی ؛
دو دست - دو ہتڑ ؛ ریگ - ریت ؛

دل (جو اس لڑکے کی مانند ہے کہ ہاتھ میں چھلنی لئے خاک چھان رہا ہو۔ یعنی دنیائے فانی کی بیہودہ و لایعنی جد و جہد میں ہمہ تن مصروف ہے) اپنے چہرے پر دو ہتڑ مار رہا تھا اور اسے نوچ رہا تھا اور واویلا اور فریاد و زاری کر کے کہہ رہا تھا کہ افسوس ایک ذرہ بھی حاصل نہ کر سکا۔ اور چھلنی ٹوٹ گئی (سرمایۂ عمر ختم ہو گیا)۔

(۱۰۵)

اندر ہمہ دشت خاوراں سنگے نیست   کش با من و روزگار من جنگے نیست
با لطف و نوازش وصال تو مرا   در دادن صد ہزار جاں ننگے نیست

تمام دشت خاوراں میں کوئی پتھر ایسا نہیں جس کو مجھ سے اور میرے روزگار سے عداوت نہ ہو (یعنی ہر پتھر میرا سر پھوڑنے کے لئے موجود ہے)۔ تیرے وصال کی لطف و نوازش کے عوض مجھے لاکھوں جانیں دینے سے بھی دریغ نہیں۔

(۱۰۶)

سرتاسر دشت خاوراں سنگے نیست
کز خون دل و دیدہ براں رنگے نیست

در ہیچ زمین و ہیچ فرسنگے نیست
کز دست غمت نشستہ دل تنگے نیست

تمام دشت خاوراں میں کوئی پتھر ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی عاشق جانفروش کے دل اور آنکھوں کے خون سے رنگین نہ ہو اور کوئی ملک اور کوئی مقام ایسا نہیں ہے۔ جہاں تیرے غم عشق کے ہاتھوں کوئی غمگین و دلتنگ نہ ہو۔

(۱۰۷)

تیرے ز کماں خانۂ ابروئے تو جست
دل بر تو وصل را خیالے می بست

خوش خوش ز دلم گذشت و میگفت بناز
با پہلوئے چو تو تو نخواہیم نشست

تیرے ابرو کے کمان خانہ سے ایک تیر نکلا۔ ایسی حالت میں کہ دل تیرے وصل کے منصوبے باندھ رہا تھا وہ خوشی خوشی میرے دل سے گزر گیا اور ناز سے کہنے لگا کہ ہم تیرے جیسے کے پہلو میں نہیں بیٹھیں گے۔

(۱۰۸)

صد شکر کہ گلشن شفا گشت تنت
صحت گل عیش ریخت در پیرہنت

تپ را بغلط در تنت افتاد گذار
منت کہ عرق شد و چکید از بدنت

ہزار شکر ہے کہ تیرا جسم گلشن شفا بن گیا اور تندرستی نے تعیش و نشاط کے پھول تیرے لباس میں ڈال دیئے بخار غلطی سے تیرے بدن کی طرف آ گیا تھا۔ المنۃ للّٰہ کہ پسینہ بن کر تیرے جسم سے ٹپک گیا۔

(۱۰۹)

پیہ در گاؤ است و گاؤ در کہسار است ماہی سر تیشی بدریا یار است
بز در کوہ است و بوز در بلغار است زہ کردن این کمان بسی دشوار است

پیہ - چربی ؛ بوز - چیتا ؛ زہ کردن - چلّہ چڑھانا ؛

چربی گاؤ میں ہے اور گائے کہسار میں۔ سر تیشم والی مچھلی دریا کے اندر ہے۔ بکری پہاڑ پر ہے اور چیتا بلغار میں۔ مگر اس کمان کو زہ کرنا بہت دشوار ہے۔ یعنی حصول مقصد کے تمام اسباب مہیا ہیں مگر ان سے مستفید ہونے کے لئے "ہمت مردانہ" چاہیئے۔

(۱۱۰)

آں یار کہ عہد دوستداری بشکست می رفت و منش گرفتہ دامن در دست
می گفت کہ بعد ازیں بخوابم بینی پنداشت کہ بعد ازیں مرا خوابے ہست

وہ یار جس نے دوستی کے عہد و پیمان کو توڑ دیا تھا چلا جاتا تھا۔ اور میں اس کا دامن ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس کے بعد تم مجھے خواب میں دیکھو گے۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس کے بعد مجھے نیند بھی آئے گی۔

(۱۱۱)

مجنون تو کوہ را ز صحرا نشناخت دیوانۂ عشق تو سر از پا نشناخت
ہر کس بتو رہ یافت ز خود گم گردید آنکس کہ ترا شناخت خود را نشناخت

تیرا مجنوں کوہ و صحرا میں فرق نہ کر سکا اور تیرے دیوانۂ عشق نے

مراد سیادت میں تمیز نہ کی ۔ جو شخص تیری کنہ ذات سے آگاہ ہو گیا اس
نے اپنی خودی کو گم کر دیا اور جس کو تیری معرفت حاصل ہو گئی وہ اپنی
ہستی کو نہ پہچان سکا ۔ سعدی ؎

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند   آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(۱۱۲)

گر کار تو نیکوست بہ تدبیر تو نیست   ور نیز بد ست ہم ز تقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشہ کن شاد بزی   چوں نیک و بد جہاں بہ تدبیر تو نیست

اگر تیرا کام درست ہے تو تیری تدبیر کی وجہ سے نہیں ہے اور اگر برا
ہے تو بھی تیرا قصور نہیں ہے تو تسلیم و رضا کا پیشہ اختیار کر اور خوش رہ
کیونکہ دنیا کے نیک و بد تیرے قبضۂ قدرت میں نہیں ہیں ؎

رضا بداده بده وز جبیں گره بگشا
کہ بر من و تو در اختیار نکشاده است

(۱۱۳)

غازی که پی شهادت اندر تگ و پوست   غافل که شهید عشق فاضلتر ازوست
فردائے قیامت او بدیں کے ماند   ایں کشتہ دشمنست ایں کشتہ دوست

غازی جو شہادت کے لئے جد و جہد کر رہا ہے اس حقیقت سے ناآشنا
ہے کہ شہید عشق کا مرتبہ اس سے فاضل تر ہے ۔ کل قیامت کے دن وہ
(غازی) اس (شہید عشق) کی برابری کب کر سکتا ہے کیونکہ اول الذکر دشمن
کا مارا ہوا ہے اور ثانی الذکر دوست کی تیغ ناز کا شہید ہے ۔

چ

(۱۱۴)

اے در تو عیاں و نہاں پیدا همه هیچ پیدا یقین ها و گمان ها همه هیچ
از ذات تو مطلقا نشان نتوان داد کانجا که توئی بود نشان ها همه هیچ

اے وہ ذات جس کے سامنے تمام موجودات و تعینات ہیچ ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عالم تخیل میں یقین اور گمان بھی تیرے روبرو کوئی چیز نہیں ہیں تیری ذات کا نشان ہرگز نہیں مل سکتا کیونکہ جہاں تو ہے وہاں تمام نشان ہیچ ہیں۔

(۱۱۵)

اے یار رخت انوار مه و خور همه هیچ با لعل لبت سلسبیل و کوثر همه هیچ
بودم همه بین چو تیز بین شد چشمم دیدم که همه توئی و دیگر همه هیچ

اے وہ ذات! جس کے چہرے کے سامنے مہر و ماہ کی روشنی ہیچ ہے اور لعل لب کے مقابل کوثر و سلسبیل کچھ چیز نہیں ہیں۔ میں ہمہ بیں تھا یعنی میری نظر وحدت بحت کے مشاہدہ کے بجائے عالم کثرت میں الجھی ہوئی تھی (۔) لیکن جب میری نگاہیں تیز بیں ہوگئیں (تعینات کے پردے اٹھ گئے) تو میں نے دیکھا کہ محض تو ہی تو ہے اور تیرے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔

ح

(۱۱۶)

رخسارۂ من تازہ گل گلشن روح　　نازک بود آنقدر کہ ہر شام و صبوح
نزدیک بدیدہ گر خیالش گزرد　　از سایۂ خار دیدہ گردد مجروح

خار دیدہ ۔ مژگاں ۔

میرا رخسار جو گلشن روح کا تازہ پھول ہے اس قدر نازک ہے کہ اگر صبح و شام (کسی وقت) اس کا خیال آنکھ کے نزدیک آجائے تو وہ (رخسار) پلکوں کے سائے ہی سے مجروح ہو جاتا ہے ۔

میرے خیال میں "رخسارۂ من" کے بجائے "رخسارۂ آں" زیادہ موزوں ہے اس صورت میں "تازہ گل گلشن روح" سے نگار تازہ خیز (معشوق) مراد ہوگا ۔

د

(۱۱۷)

در وصل ز اندیشۂ دوری فریاد　　در ہجر ز درد ناصبوری فریاد
افسوس ز محرومی دیدار افسوس　　فریاد ز درد ناصبوری فریاد

وصل میں ہجر کے خوف سے فریاد ہے اور ہجر میں درد ناشکیبائی کی وجہ سے فریاد ہے حرمان دیدار کے باعث ہزار افسوس ہے اور درد ناصبوری کے ہاتھوں سخت فریاد ہے ۔

(۱۱۸)

دل از نظر تو جاودانی گردد — غم با الم تو شادمانی گردد
گر باد بدوزخ برد از کوئے تو خاک — آتش ہمہ آب زندگانی گردد

دل تیری نظر عنایت سے جاودانی زندگی حاصل کر لیتا ہے اور غم تیرے الم عشق کی موجودگی میں سراسر عشرت و شادمانی میں تبدیل ہو جاتا ہے اگر ہوا تیرے کوچے کی خاک دوزخ میں لے جائے تو اس کی تاثیر سے تمام آتش دوزخ آبحیات بن جائے۔

(۱۱۹)

طالع سر عافیت فروشی دارد — ہمت ہوس پلاس پوشی دارد
اینجا کہ بیک سوال بخشند دو کون — استغنائم سر خموشی دارد

میرے طالع (بخت) کو عافیت فروشی کا خیال ہے اور ہمت درویشانہ کا تقاضا ہے کہ ٹاٹ کا لباس الباس فقر پہنے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں ایک سوال پر دونوں جہان بخش دیتے ہیں۔ لیکن میرا استغنا (بے نیازی) خموشی کا آرزومند ہے (سوال کرنا نہیں چاہتا)۔

(۱۲۰)

این گنبد گبر از کجا پیدا شد — وین صورت قبر از کجا پیدا شد
خورشید مرا ز چشم من پنہاں کرد — این لکۂ ابر از کجا پیدا شد

یہ تالاب گبر (نفس امارہ) کہاں سے پیدا ہو گیا اور یہ قبر کی صورت کہاں سے نمودار ہو گئی۔ اس نے تو میری نظروں سے میرے آفتاب کو

اوجھل کر دیا یہ بادل کا ٹکڑا (حجاب و مانع) کہاں سے پیدا ہو گیا۔

(۱۲۱)

آں دشمن دوست بود دیدی کہ چہ کرد　　تا اینکہ بجز او رسیدی کہ چہ کرد
می گفت ہماں کنم کہ خواہد دل تو　　دیدی کہ چہ گفت و شنیدی کہ چہ کرد

وہ دوست کا دشمن تھا تو نے دیکھا کہ اس نے کیا کیا اور تو نے اس معاملہ میں غور بھی کیا کہ اس نے کیا کیا۔ کہتا تو یہ تھا کہ میں تیری آرزو کے مطابق کام کروں گا۔ تو نے دیکھا کہ وہ کیا کہتا تھا اور تو نے سنا کہ اس نے کیا کیا (یعنی تو نے اس کے قول و فعل کو دیکھ لیا کہ ان میں کس قدر تباین و اختلاف ہے)۔

(۱۲۲)

زاں خوبتری کہ کس خیال تو کند　　یا ہمچو منے فکر وصال تو کند
شاید کہ با آفرینش خود نازد　　ایزد کہ تماشائے جمال تو کند

تیرا حسن اس سے بالا تر ہے کہ تخیل انسانی اس کے لئے کوئی معیار قائم کر سکے یا کوئی مجھ جیسا آدمی تیری عظمت و شان کا تصور جمائے۔ اگر خدا تیرے جمال کو دیکھ کر اپنی آفرینش پہ خود ناز کرے تو بجا ہے تعجب [illegible]۔

(۱۲۳)

عاشق کہ تواضع ننماید چہ کند　　شبہا کہ بکوئے تو نیاید چہ کند
گر بوسہ دہم زلف ترا رنجہ مشو　　دیوانہ کہ زنجیر نخاید چہ کند

عاشق اگر فروتنی نہ کرے تو کیا کرے اور راتوں کو تیرے کوچہ میں نہ آئے تو کیا کرے اگر وہ تیری زلف کو پیچ دیتا ہے تو رنجیدہ نہ ہو کیونکہ دیوانہ زنجیر نہ چبائے تو کیا کرے۔

(۱۴۴)

مردان خدا ز خاکدان دگر اند　　مرغان هوا ز آشیان دگر اند
منگر تو ازین چشم بدیشان کایشان　　فارغ ز دو کون و در مکان دگر اند

مردانِ خدا کسی اور ہی سرزمین کے رہنے والے ہیں اور ان ہوا میں اڑنے والے پرندوں کا آشیانہ اور ہی ہے تو ان ظاہری آنکھوں سے ان کو نہ دیکھ۔ کیونکہ وہ دونوں جہان سے فارغ اور آزاد اور دوسرے ہی مکان کے مکین ہیں۔

(۱۴۵)

زان پیش که طاق چرخ اعلیٰ زده اند　　وین بارگه سپهر مینا زده اند
ما در عدم آباد ازل خوش خفته　　بے ما رقم عشق تو برما زده اند

اس چرخِ بلند اور اس فلکِ مینائی کی بارگاہ کی تعمیر سے پہلے ہم ازل کے عدم آباد میں میٹھی نیند سو رہے تھے۔ ہماری غیر موجودگی ہی میں تیرا عشق ہمارے حصہ میں لکھ دیا تھا۔

(۱۴۶)

ای یاد تو [illegible] بسته سوگند　　یاران به [illegible] بسته سوگند
[illegible]　　دنیا به [illegible] بسته سوگند

اے ہوا! تجھ کو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے روضۂ مبارک کی قسم۔ اور اے مینہ! تجھ کو حضرت علی المرتضیٰ کی قسم۔ خلق خدا گریہ وزاری کر رہی ہے اب بس کرو۔ اور اے دریا! تجھ کو شہید کربلا (امام حسینؓ) کی قسم۔ تو رک جا اور آگے نہ بڑھ۔

(۱۲۷)

اوّل آنکہ دلم عشق نگارم بر بود ہمسایہ من ز نالۂ من نغنود
اکنوں کم شد چو نالہ دردم بفزود آتش چو ہمہ گرفت کم گردد دود

اوّل اوّل جب میرے دل میں محبوب کا عشق پیدا ہوا تو میرے نالہ و فریاد کی وجہ سے میرے ہمسایہ کو نیند نہ آتی تھی۔ اب نالہ و فریاد کم ہو گیا ہے تو میرا درد بڑھ گیا ہے۔ جب آگ اچھی طرح بھڑک اٹھتی ہے تو دھواں کم ہو جاتا ہے۔

(۱۲۸)

اوّل رخ خود بما نبایست نمود تا آتش ما بجائے دگر گردد دود
اکنوں کہ نمودی و ربودی دل ما ناچار ترا دلبر ما باید بود

مناسب تو یہ تھا کہ پہلے ہی ہمیں اپنا روئے زیبا نہ دکھاتے تا کہ ہماری آتش محبت کسی اور جگہ بھڑک اٹھتی۔ لیکن اب جبکہ جلوہ دکھا کر ہمارا دل چھین لیا ہے تو ناچار تم کو ہمارا محبوب اور دلبر ہو کر رہنا چاہیے۔

(۱۲۹)

ہرگز دلم از یاد تو غافل نہ شود ۔۔۔ گر جاں برود مہر تو از دل نہ شود
افتادز روئے تو در آئینہ دل ۔۔۔ عکسے کہ بہیچ وجہ زائل نہ شود

میرا دل تیری یاد سے ہرگز ہرگز غافل نہیں ہو سکتا۔ اگر جان بھی چلی جائے تو تیری محبت دل سے زائل نہیں کی جا سکتی۔ میرے آئینہ دل میں تیرے چہرے کا عکس ایسا پڑا کہ کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔

(۱۳۰)

پیریم ولے عشق چو دمساز آید ۔۔۔ ہنگام نشاط و طرب و ناز آید
از زلف رسائے او کمندے فگنیم ۔۔۔ بر گردن عمر رفتہ تا باز آید

اگرچہ ہم بوڑھے ہیں لیکن عشق ہمارا رفیق و دمساز ہو جائے تو عیش و عشرت اور طرب و ناز کا زمانہ (عہد شباب) خود کر آئے۔ ہم اس (محبوب) کی زلف دراز کی کمند گردن عمر میں ڈال دیں تاکہ وہ واپس آ جائے۔

(۱۳۱)

در باغ روم کوئے توام یاد آید ۔۔۔ بر گل نگرم روئے توام یاد آید
در سایہ سرو اگر دمے بنشینم ۔۔۔ سرو قد دلجوئے توام یاد آید

اگر میں باغ میں جاتا ہوں تو تیرا کوچہ یاد آجاتا ہے اور اگر پھول کو دیکھتا ہوں تو تیرا روئے زیبا یاد آجاتا ہے۔ اگر میں دم بھر کے لئے سرو کے سایے میں بیٹھتا ہوں تو تیرا دل کو لبھانے والا بوٹا سا قد یاد آجاتا ہے۔

(۱۳۲)

من صف دیدم چو بر صفم عدا زد — مشتے خاشاک لطمہ بر دریا زد
ما تیغ برہنہ ایم در دست قضا — شد کشتہ ہر آنکہ خویش را بر ما زد

اگر دشمن نے میری صف (فوج) پہ حملہ کیا ہے تو میں ہی فائدے میں رہوں گا کیونکہ اس حملہ کی مثال ایسی ہے کہ مٹھی بھر تنکوں نے دریا کو تھپیڑا مارا ہو ظاہر ہے کہ وہ خود ہی بہہ جائیں گے۔ ہم قضا و قدر کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہیں جس نے ہم پہ حملہ کیا وہ خود ہی مارا گیا۔

(۱۳۳)

دلبر دل خستہ را نگاں مے خواہد — ابروئے تو اگر دلش چناں مے خواہد
وا نگاہ بنظارہ دیدہ بر رہ بنہم — تا مژدہ کہ آورد کہ جاں مے خواہد

محبوب میرے زخمی دل کو مفت ہی طلب کرتا ہے اگر اس کی یہی خواہش ہے تو میں بھیج دوں گا اور پھر چشم براہ ہو کر بیٹھ جاؤں گا کہ دیکھوں یہ خوشخبری کون لاتا ہے کہ اب وہ جان مانگتا ہے۔

(۱۳۴)

اے خواجہ بفکر گور غم مے باید — اندر دل و دیدہ سوز و نم مے باید
ہر وقت برائے کار دنیا داری — یک وقت بکار گور ہم مے باید

اے خواجہ تجھے کچھ قبر کی فکر بھی چاہئے اور تیرے دل میں سوز اور آنکھوں میں آنسو بھی ہونے چاہئیں۔ دنیا داری کے کاموں میں تو ہر وقت لگا رہتا ہے ایک وقت تو قبر کی فکر کے لئے بھی چاہئے۔

(۱۳۵)

حوراں نظارۂ نگارم صف زد　　رضواں ز تعجب کف خود برکف زد
آں خال سیہ بر آں رخاں مطرف زد　　ابدال ز بیم چنگ در مصحف زد

ابدال ۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت جس کی تعداد دنیا میں ہمیشہ ہم رہتی ہے ۔ اگر ایک وفات ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ پیدا ہو جاتا ہے ؂

مصحف ۔ قرآن مجید ۔ مصحف کو رخسار سے اور ابدال کو خال سے تشبیہ دی ہے ؂

حوروں نے میرے محبوب کے نظارۂ جمال کے لئے پرا جما لیا اور رضواں (داروغۂ جنت) نے اسے دیکھ کر تعجب سے ہاتھ پہ ہاتھ مارا ۔ (یعنی اس کے حسن سے مسحور ہو گیا) ۔ اس سیاہ خال نے اس کے خوبصورت رخساروں پر حملہ کیا ۔ گویا ابدال نے کسی خوف کی وجہ سے قرآن پر پنجہ مارا ۔

(۱۳۶)

جائیکہ تو باشی اثر غم نبود　　آنجا کہ نباشی دل خرم نبود
آنرا کہ ز فرقت تو یکدم نبود　　شادیش ز زمین و آسماں کم نبود

اثر ۔ نشان ؂

جہاں تو ہو وہاں غم کا نشان نہیں رہتا اور جہاں تو نہ ہو وہاں کوئی دل خوش و خرم نہیں ہوتا ۔ جس کو ایک لمحہ بھر کے لئے بھی تیری جدائی نصیب نہ ہو اس کی خوشی زمین و آسمان سے کم نہیں ہو سکتی ۔

(۱۳۷)

خلقان تو اے جلال گوناگونند گاہے چو الف راست گہے چوں نونند

در حضرت اجلال خیال مجنوں کز خاطر و فہم آدمی بیرونند

اے خالق ذوالجلال! تیری مخلوق طرح طرح کی ہے جو کبھی تو الف کی کی طرح راست اور کشیدہ اور کبھی نون (ن) کی مانند کج و خمیدہ ہے تیری بارگاہ عظمت میں مجنوں کے خیالات آدمی کی عقل و فہم سے باہر ہیں۔

(۱۳۸)

انواع عطا گرچہ خدا مے بخشد ہر اسم عطیّہ جدا مے بخشد

در ہر آنے حقیقت عالم را یک اسم بقا یکے فنا مے بخشد

گرچہ خداوند قدوس! قسم قسم کے انعام و اکرام بخشتا ہے اس کا ہر اسم الگ الگ فیض پہنچاتا ہے ہر لحظہ عالم کی حقیقت کو ایک اسم فنا اور ایک بقا عطا کرتا ہے۔

(۱۳۹)

یارم ہمہ نیش بر سر نیش زند گویم کہ مزن ستیزہ را بیش زند

چوں در دل من مقام دارد شب و روز ترسم از آنکہ نیش بر خویش زند

نیش - ڈنگ ۔ ستیزہ - لڑائی ۔

میرا دوست جو کے برچھا لگاتا ہے میں منع کرتا ہوں تو وہ زیادہ لڑتا ہے چونکہ وہ شب و روز میرے دل میں رہتا ہے اسلئے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اپنے ہی جسم پر زخم لگا بیٹھے۔

(۱۴۰)

ہر چند کہ جانِ عارف آگاہ بود — کے در حرمِ قدسِ تو اش راہ بود
دست ہمہ اہلِ کشف و اربابِ شہود — از دامنِ ادراکِ تو کوتاہ بود

اگرچہ عارف کو بوجہ تزکیۂ نفس و تصفیۂ باطن معرفت و آگہی حاصل ہوتی ہے لیکن تیری بارگاہ مقدس میں اس کی کب رسائی ہو سکتی ہے۔ تمام اہلِ کشف اور اربابِ شہود کا ہاتھ تیرے دامنِ ادراک تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

(۱۴۱)

دل خستہ و سینہ چاک میباید شد — وز ہستیِ خویش پاک میباید شد
آں بہ کہ بخود پاک شویم اوّل کار — چوں آخرِ کار خاک میباید شد

انسان کو دل خستہ اور سینہ چاک ہونا چاہیے اور اپنی ہستی سے پاک ہو جانا چاہیے جب آخر کار ہمیں خاک (فنا) ہونا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بمصداق موتوا قبل ان تموتوا ہم پہلے ہی اپنی ہستی سے گزر جائیں۔

(۱۴۲)

عاشق چو شوی تیغ بسر باید خورد — زہرے کہ رسد ہمچو شکر باید خورد
ہر چند ترا بر جگر آبے نبود — دریا دریا خونِ جگر باید خورد

اگر تو عاشق ہو جائے تو تجھے سر پر تلوار بھی کھانی چاہیے اور اگر زہر بھی ملے تو شکر سمجھ کر کھانا چاہیے خواہ تیرے جگر پہ پانی نہ ہو پھر بھی بکثرت خونِ جگر پینا چاہیے۔

(۱۴۳)

نقاش اگر زموئے پرکار کند — نقش دہن تنگ تو دشوار کند
آن تنگی و نازکی کہ دارد دہنت — ترسم کہ نقش لب تو انکار کند

اگر مصوّر بال سے پرکار بنائے تو پھر بھی تیرے دہن تنگ کی تصویر اتارنے میں بمشکل کامیاب ہو سکے گا۔ تیرے دہن میں اس قدر تنگی و نزاکت ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں سانس لب پر آنے سے انکار نہ کر دے۔

(۱۴۴)

ہر کوئے تو ہر کرا سر و کار رفتند — از سجدۂ دیر و کعبہ بیزار رفتند
گر زلف تو در کعبہ فشاند دامن — اسلام بدست و پائے زنار رفتند

جس کو تیرے کوچے سے سروکار ہوتا ہے وہ دیر و کعبہ کے سجدہ سے بیزار ہو جاتا ہے۔ اگر تیری زلف کعبہ میں دامن افشانی کرے تو اسلام زنار کے ہاتھ چوم لے اور اس کے پاؤں پڑ جائے۔

(۱۴۵)

آنرا کہ حدیث عشق در دل گردد — باید کہ زتیغ عشق بسمل گردد
از خاک تپاں تپاں برخ آغشتہ بخوں — برخیزد و گرد سر قاتل گردد

جس کے دل میں عشق کی باتیں اثر انداز ہو جائیں اسے چاہیئے کہ تیغ عشق سے گھائل ہو جائے۔ تڑپتا ہوا اور خون میں لتھڑا ہوا خاک سے اٹھے اور قاتل کے سر پر قربان ہو جائے۔

(گرد سر گشتن ۔ قربان ہونا ؛ آغشتہ ۔ لتھڑا ہوا ؛)

(۱۴۶)

درویشاں ہر چہ ہست ایشاں شدند — در صفّہ یار در صف پیشا شدند
خواہی کہ مس وجود زر گردانی — با ایشاں باش کیمیا ایشاں شدند

وہ درویش لوگ ہیں جو کچھ بھی ہے وہی ہیں۔ محبوب کے دربار میں صف اوّل میں وہی ہیں اگر تو اپنے وجود کے تانبے کو سونا بنانا چاہتا ہے تو ان کے ساتھ رہو کیونکہ کیمیا وہی ہیں۔

(۱۴۷)

زاں نالہ کہ در بستر غم دوشم بود — غمہائے جہاں جملہ فراموشم بود
یاراں ہمہ درد من شنیدند و لے — یارے کہ در او کرد اثر گوشم بود

جو نالہ میں کل رات بستر غم پر کر رہا تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے تمام رنج والم بھولے ہوئے تھے۔ تمام دوستوں نے میرے درد کی رام کہانی سنی مگر وہ یار جس پر کچھ اثر ہوا میرا اپنا ہی کان تھا۔

(۱۴۸)

آورد صبا گلے ز گلزار امید — یا روح قدس شہپری افگند سپید
یا کرد قضا شق ورقے از خورشید — یا نامہ یار ہست کہ آورد نوید

روح القدس - جبریلؑ ۔ نوید - خوشخبری ۔

امید کے باغ سے ہوا ایک پھول لائی ہے یا روح القدس نے سفید شہپر پھینک دیا ہے یا قضا نے سورج کا ایک ورق پھاڑ ڈالا ہے یا دوست کا خط ہے جو وصال کی خوشخبری لایا ہے۔

(۱۴۹)

دل وقت سماع بوئے دلدار برد مارا بسراپردۂ اسرار برد
ایں زمزمہ مرکبیست مر روح ترا بردارد و خوش بعالم یار برد

دل سماع کے وقت محبوب کی بو پاتا ہے اور ہم کو سراپردۂ اسرار میں لے جاتا ہے۔ یہ زمزمہ درحقیقت تیری روح کے لئے سواری ہے جو تجھے اٹھا کر خوش خوش یار کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے۔

(۱۵۰)

اے رہ ز حسد پیش بیرون نشود خودبیناں را معرفت افزوں نشود
آں فقر کہ مصطفٰے بداں فخر کند آنجا نرسی تا جگرت خوں نشود

اے مخاطب! حسد سے راہ معرفت طے نہیں ہوتی اور مغرور و خودبیں لوگ اس (معرفت) سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتے۔ وہ فقر جس پر رسول کریم صلعم کو فخر و ناز تھا (بمجوائے الفقر فخری و الفقر منی) جب تک تیرا جگر خون نہ ہو جائے حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۱۵۱)

دل صافی کن کہ حق بدل می نگرد دلہائے پراگندہ بیک جو نخرد
اے ہر کہ کند صاف دل از بہر خدا گوئے ز ہمہ مردم عالم ببرد

تو اپنے دل کو صاف کر کیونکہ اللہ تعالٰی دل ہی کو دیکھتا ہے اور پریشان و پراگندہ دلوں کی قدر ایک جو کے برابر بھی نہیں کرتا۔ اے مخاطب! جو شخص خدا کے لئے تصفیۂ قلب کرتا ہے وہ تمام اہل جہان سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

(۱۵۲)

در سلسلۂ عشق تو جاں خواہم داد — در عشق تو ترک خانماں خواہم داد
روزے کہ ترا بہ بینم اے عمر عزیز — آنروز یقین بداں کہ جاں خواہم داد

تیرے عشق کے سلسلہ میں اپنی جان دیدونگا اور تیری محبت میں خانماں برباد ہو جاؤنگا۔ اے عمر عزیز (محبوب) جس روز میں تجھے دیکھ لونگا تو یقین رکھ کہ فرطِ انبساط سے اپنی جان تجھ پر قربان کر دونگا۔

(۱۵۳)

رفتم بکلیسائے ترسا و یہود — ترسا و یہود جملگی رو بتو بود
بر یاد وصال تو بہ بتخانہ شدم — تسبیح بتاں زمزمۂ عشق تو بود

میں یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں میں گیا تو دیکھا کہ یہود و نصاریٰ سب تیری ہی طرف متوجہ ہیں پس تیرے وصال کی یاد میں بتخانہ میں گیا۔ تو وہاں بھی بتوں کی تسبیح تیرے ہی عشق کا نغمہ تھا۔

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں — ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(۱۵۴)

گر عشق دل مرا خریدار افتد — کارے بکنم کہ پردہ از کار افتد
سجادۂ پیر چناں افشانم — کز ہر تارے ہزار زنار افتد

اگر عشق میرے دل کی خریداری پر مائل ہو جائے تو میں کام کروں کہ سب کچھ الم نشرح ہو جائے پرہیزگاری کا سجادہ اس طرح سے جھاڑوں کو ہر ایک تار سے ہزاروں زنار گریں (زہد ریائی کا تار تار بکھیر دوں)۔

(۱۵۵)

آں رشتہ کہ بر لعل لبت سودہ شود وز نوش دہان اشک آلودہ شود
خواہم کہ بدیں سینہ چاکم دوزی شاید کہ زغمہائے تو آسودہ شود

وہ دھاگا جو تیرے لب لعل سے مس اور تیرے لعاب دہن سے نم آلود ہوا ہو۔ میری آرزو ہے کہ تو اس کے ساتھ میرے چاک سینہ کو بخیہ کرے ممکن ہے کہ اسے تیرے غم سے نجات و آسودگی حاصل ہو جائے۔

(۱۵۶)

گر عدل کنی شہر جہانت خوانند ور ظلم کنی سگ عوانت خوانند
چشم خردت باز کن و نیک ببیں تا زیں دو کدام بہ کہ آنت خوانند

اگر تو عدل کرے تو تجھے جہان میں فتنہ و فساد برپا کرنیوالا کہتے ہیں اور اگر تو ظلم کرے تو تجھے کاٹ کھانیوالا کتا کہتے ہیں تو چشم خرد کو کھول اور غور سے دیکھ کہ تجھے ان دونوں باتوں میں سے کیا کہیں تو بہتر ہے۔

(۱۵۷)

آنہا کہ ز معبود خبر یافتہ اند از جملۂ کائنات سر تافتہ اند
در یوزہ ہمی کنند مرداں ز نظر مرداں ہمہ از قرب نظر یافتہ اند

جن لوگوں کو معبود حقیقی کی کچھ خبر ہو گئی ہے انہوں نے تمام کائنات سے منہ موڑ لیا ہے۔ مردان خدا کا سرچشم سے انوار و تجلیات الٰہی کی گدا گری کرتے ہیں۔ اور انہوں نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اسی قرب نظر سے حاصل کیا ہے۔

(۱۵۸)

اندر گہ نقش کوہ و ہامون بستند ترکیب سہی قدان موزون بستند
پابستہ بزنجیر جنون من بودم مردم سخنے بپائے مجنون بستند

اسی بارگاہ سے کوہ و صحرا کا نقش باندھا ہے اور موزوں سہی قد معشوق عالم ظہور میں آئے ہیں۔ جنوں کی زنجیر میں خود ہی مقید و پابست تھا لوگوں نے مجنوں کے متعلق باتیں بنانا شروع کیں۔ (من ہستی مطلق مراد ہے)
چو ہست مطلق آید در عبارت بلفظ من کنند از وے اشارت

(۱۵۹)

تا مرد بہ تیغ عشق بے سر نشود اندر رہ عشق و عاشقی سر نشود
ہم یار طلب کنی و ہم سر خواہی آرے خواہی ولے میسر نشود

جب تک آدمی سر تیغ عشق کے نیچے نہیں دھرتا عشق و عاشقی کے راستہ میں سرفراز نہیں ہوتا۔ تو یار کا بھی طلبگار ہے اور سر کی بھی فکر رکھتا ہے بیشک تو ان دونوں باتوں کا آرزومند ہے مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔

(۱۶۰)

صوفی بسماع سر از آن افشاند تا آتش خویشتن دمے بنشاند
عاقل داند کہ دایہ گہوارۂ طفل از بہر سکون طفل مے جنبانَد

صوفی سماع کے وقت اس لئے سر ہلاتا ہے کہ شاید دل کی آگ کو قدرے تسکین ہو جائے عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ دایہ بچے کے گہوارہ کو اس لئے ہلاتی ہے کہ بچے کو آرام و سکون حاصل ہو۔

(۱۶۱)

گفتی کہ شب آیم ارچہ بیگاہ شود   شاید کہ زبان خلق کوتاہ شود
بر خفتہ کجا نہاں توانی کردن   کز بوئے خوش تو مردہ آگاہ شود

تو کہتا ہے کہ میں رات کو آؤنگا گو بیوقت ہی ہو ممکن ہے کہ لوگوں کی زبان کوتاہ (بند) ہو جائے تو اپنی آمد کے راز کو سوئے ہوئے سے کیونکر پوشیدہ رکھ سکتا ہے تیری بو سے تو مردے بھی آگاہ ہو جاتے ہیں ۔

(۱۶۲)

بخشائے بر آنکہ جز تو یارش نبود   جز خوردن اندوہ تو کارش نبود
در عشق بالیقین نباشد کہ دمے   ہم با تو و ہم بے تو قرارش نبود

تو اس غمزدہ کے حال پر لطف و کرم کر جس کا تیرے سوا کوئی یار و غمگسار نہ ہو اور تیرا غم کھانے کے علاوہ اس کا کوئی کام نہ ہو۔ عشق میں یقیناً ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ کہ خواہ تیرا وصال ہو یا فراق اسے دم بھر کے لیے بھی قرار و اطمینان حاصل ہو۔

(۱۶۳)

گویند کہ محتسب گماں نے برد   ایں پردۂ توبیش جہانے ندرد
گویم کہ ازیں شراب اگر محتسب است   دریا بدو قطرہ بجائے نخرد

محتسب ۔ اسلامی سلطنتوں میں ایک عہدہ دار ہوتا ہے جو لوگوں کو خلاف شرع امور خصوصاً شراب خواری وغیرہ سے روکتا ہے ۔

لوگ کہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محتسب کو تیری شراب خواری کا گمان ہو

جائے اور وہ جہان میں تجھے رسوا کر دے تو میں جواب دیتا ہوں کہ اگر محتسب
کو بھی یہ شراب مل جائے تو وہ اس کا ایک قطرہ جان کے عوض خرید لے۔

(۱۶۴)

شب خیز کہ عاشقاں بشب راز کنند   گرد در و بام دوست پرواز کنند
ہر جا کہ درے بود بشب بربندند   الا در دوست را کہ شب باز کنند

تو رات کو بیدار رہ کہ عاشق رات کے وقت راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں۔
اور محبوب کے در و بام کے گرد پرواز کرتے ہیں۔ جہاں کہیں دروازہ ہو رات کو
بند کر دیتے ہیں لیکن دوست کا دروازہ ایسا ہے کہ رات کے وقت کھلتا ہے۔

(۱۶۵)

از شبنم عشق خاک آدم گل شد   شورے برخاست فتنہ و حاصل شد
سر نشتر عشق بر رگ روح رسید   یک قطرہ خوں چکید و نامش دل شد

عشق کی شبنم سے انسان کی مٹی گوندھی گئی ایک شور برپا ہوا اور اس
کا فتنہ حاصل ہو گیا۔ عشق کی نشتر کی نوک روح کی رگ میں لگی اور اس سے
ایک قطرہ لہو کا ٹپکا جس کا نام دل رکھ دیا۔

(۱۶۶)

در عشق تو گاہ بت پرستم گویند   گہ رند و خراباتی و مستم گویند
اینہا ہمہ از بہر شکستم گویند   من شاد بآنکہ ہر چہ ہستم گویند

تیرے عشق میں کبھی تو مجھے بت پرست کہتے ہیں اور کبھی رند، خراباتی
اور مست کے نام سے موسوم کرتے ہیں لوگ یہ سب باتیں مجھے شکست دینے

کے لیے کہتے ہیں لیکن میں خوش ہوں کہ جو کچھ میں ہوں وہی کہتے ہیں ۔

(۱۶۷)

نے دیدہ بود کہ جستجویش نہ کند   نے کام و دہاں کہ گفتگویش نکند
ہر دل کہ در و بوئے وفائے نبود   گر پیش سگ افگنند بویش نکند

وہ آنکھ ہی نہیں جو اس کی جستجو نہ کرے اور وہ حلق اور زبان ہی نہیں جو اس کی جستجو نہ کرے اور جس دل میں وفا کی بو نہ ہو اگر اسے کتے کے سامنے ڈال دیں تو وہ اسے سونگھنا بھی گوارا نہ کرے ۔

(۱۶۸)

آسان گل باغ مدعا نتواں چید   بے سرزنش خار وفا نتواں چید
بشگفتہ گل مراد بر شاخ امید   تا سر ننہی بزیر پا نتواں چید

باغ آرزو کا پھول باآسانی اور خار وفا کی خلش کے بغیر نہیں چنا جا سکتا شاخ امید پر گل مراد خنداں ہے مگر جب تک تم اس شاخ کے سرے کو پاؤں کے نیچے نہ دباؤ گے یعنی تکلیف برداشت کر کے اسے سرنگوں نہ کرو گے ۔ وہ ہاتھ نہ آئے گا ۔ ؎ بہر یک گل زحمت صد خارے باید کشید

(۱۶۹)

آنروز کہ نور بر ثریا بستند   وین منطقہ بر میان جوزا بستند
در کتم عدم لبان آتش بہ شمع   عشقت بہزار رشتہ بر ما بستند

جس روز ثریا کو نور عطا ہوا اور یہ پٹکا جوزا کی کمر میں باندھا گیا پردۂ عدم میں تیرا عشق ہم پہ ہزار ہا رشتوں سے اس طرح ہم پہ باندھا گیا جیں

طرح شمع پہ آگ (یعنی ہمارا عشق ازلی ہے)۔

(۱۷۰)

دردو زخم ار زلف تو در چنگ آید ○ از حال بہشتیاں مرا ننگ آید
گر بے تو بہ صحرائے بہشتم خوانند ○ صحرائے بہشت در دلم تنگ آید

اگر دوزخ میں تیری زلف میرے ہاتھ لگ جائے تو بہشتیوں کے حال سے مجھے ننگ و عار ہو (بہشت میری نظروں میں بے وقعت ہو جائے) اور اگر تیرے بغیر مجھے صحرائے بہشت میں تو صحرائے بہشت کی وسعت مجھ پہ تنگ ہو جائے۔

(۱۷۱)

در مدرسہ اسباب عمل مے بخشند ○ در میکدہ لذت ازل مے بخشند
آنجا کہ بنائے خانۂ رندان ست ○ سرمایۂ ایماں بہ سبل مے بخشند

مدرسہ میں اسباب عمل بخشتے ہیں اور میکدہ میں لذت ازل عطا ہوتی ہے لیکن جس جگہ رندوں کے گھر کی بنیاد قائم ہے وہاں راہ چلتے مسافروں کو سرمایۂ ایمان سے مالامال کر دیتے ہیں۔

(۱۷۲)

ہوشم نہ موافقاں و خویشاں بردند ○ ایں کجکلہا موئے پریشاں بردند
گویند چرا تو دل بدیشاں دادی ○ واللہ کہ من ندادم ایشاں بردند

میرے ہوش و حواس کو احباب و اقرباء نہیں لوٹا بلکہ یہ ٹیڑھی ٹوپی والے اور پریشاں زلفوں والے معشوق اڑا لے گئے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ تو نے ان کو کیوں دل دیا۔ بخدا میں نے نہیں دیا وہ خود ہی لے گئے ہیں۔

(۱۶۳)

عاشق ہمہ دم فکر غم دوست کند　　معشوق کرشمہ کہ نکو ست کند
ما جرم و گنہ کنیم و او لطف و کرم　　ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند

عاشق ہر وقت غم دوست کی فکر میں محو رہتا ہے اور معشوق بہترین ناز و انداز کرتا ہے ہم جرم و گناہ کرتے ہیں اور وہ لطف و کرم کرتا ہے۔ ہر شخص وہی کرتا ہے جو اس کے لائق و سزاوار ہے۔

(۱۶۴)

از لطف تو ہیچ بندہ نومید نہ شد　　مقبول تو جز مقبل جاوید نہ شد
مہرت بکدام ذرہ پیوست دمے　　کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

تیرے لطف و کرم سے کوئی بندہ نومید نہیں ہوا جو شخص تیری بارگاہ میں مقبول ہو گیا وہ مقبل جاوید ہو گیا۔ جس ذرہ کے ساتھ دم بھر کے لئے تیری محبت وابستہ ہو گئی وہ ذرہ ہزار سورج سے بہتر ہو گیا۔

(۱۶۵)

شادم بدمے کہ در آرزویت گذرد　　خوشدل بحدیثے کہ زرویت گذرد
نازم بدو چشمے کہ سویت گذرد　　بوسم کف پائے کہ بکویت گذرد

میں اس وقت (مدت) سے خوش ہوں جو تیری آرزو میں گذر جائے اور اس گفتگو سے خوش ہوں جو تیرے روئے زیبا سے متعلق ہو ان آنکھوں پہ مخرو ناز کرتا ہوں جو تیرے دیدار سے بہرہ اندوز ہوں۔ ان پاؤں کو بوسہ دیتا ہوں جو تیرے کوچہ میں سے گذریں۔

(۱۷۶)

مارا نبود دلے کہ خرّم گردد — خود بر سر کوئے ما طرب گم گردد

گر شادی عالمی بما روئے دہد — چوں بر سر کوئے ما رسد غم گردد

ہمیں تو وہ دل حاصل نہیں جو کبھی خوش ہو۔ خوشی ہمارے کوچہ میں سے گم گذرتی ہے اگر تمام دنیا کی خوشی و مسرّت ہماری طرف متوجہ ہو تو جس وقت ہمارے کوچے میں پہنچے غم میں تبدیل ہو جائے۔

(۱۷۷)

در چنگ غم تو دل سرودے نکند — پیش تو فغان و نالہ سودے نکند

زانیم بنالہ کہ آگہ نہ شوی — سوزیم بآتشے کہ دودے نکند

چنگ: پنجہ، ایک ساز کا نام بھی ہے جسے سارنگی کہتے ہیں اسی کی رعایت سے سرود کا لفظ استعمال ہوا ہے ؛

تیرے غم کے پنجہ میں دل نغمہ پرداز نہیں ہوتا کیونکہ تیرے سامنے نالہ و فریاد بے سود ہے ہم اس طرح روتے ہیں کہ تجھے خبر نہیں ہوتی اور ایسی آگ سے جلتے ہیں کہ دھواں تک نہیں ہوتا۔

(۱۷۸)

قدت قد من زبار محنت خم کرد — چشمت چشم ز چشمہا پر نم کرد

خالت حالم چو روز من تیرہ نمود — زلفت کارم چو کار خود درہم کرد

تیرے قد نے میرے قد کو بار محنت (بار غم عشق) سے خمیدہ کر دیا اور تیری آنکھوں نے میری آنکھوں میں نمی کے چشمے پیدا کر دیئے تیرے خال

میرے حال کو میرے روزگار کی مانند سیاہ و تاریک کر دیا اور تیری پراگندہ زلف نے میرے کام کو اپنی طرح درہم و برہم کر دیا۔

(۱۷۹)

از دفتر عشق ہر کہ فردے دارد   اشک گلگوں و چہرہ زردے دارد
بر گرد سرے شود کہ سوز یست درو   قربان دلے رود کہ دردے دارد

دفتر عشق میں سے جس کے پاس ایک فرد بھی ہے وہ خونیں آنسو اور زرد چہرہ رکھتا ہے اور وہ اس سر پہ نثار ہو جاتا ہے جس میں سوز ہو اور اس دل پر قربان ہو جاتا ہے جس میں درد ہو۔

(۱۸۰)

با علم اگر عمل برابر گردد   کام دو جہاں ترا میسر گردد
مغرور مشو بخود کہ خواندی ورقے   زاں روز حذر کن کہ ورق بر گردد

اگر علم کے ساتھ اس کے مساوی عمل بھی شامل ہو جائے تو تیری دو جہاں کی آرزوئیں بر آئیں۔ تو مغرور نہ ہو کہ چند ورق پڑھ لئے ہیں بلکہ اس دن سے ڈر جبکہ ورق الٹ جائیگا (یعنی روز قیامت)۔

(۱۸۱)

گر دشمن مردان ہمگی حرق شود   ہم برق صفت بخویشتن برق شود
گر سنگ بہ مثل درون دریا برود   دریا نشود پلید سنگ غرق شود

اگر مردان خدا کا دشمن سراپا آتش بن جائے تو وہ برق سوزاں کے مانند اپنی ہی آگ میں جل جائیگا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی کتے

دریا میں چلا جائے تو دریا پلید نہیں ہوگا کتا غرق ہو جائیگا۔

(۱۸۲)

مردان تو دل بمہر گردوں نہ نہند　　لب بر لب این کاسۂ پرخوں نہ نہند
در دائرہ اہل وفا چوں پرکار　　گر سر بنہند پائے بیروں نہ نہند

تیری محبت کے مرد میدان آسمان کی مہر و محبت پر فریفتہ نہیں ہوتے۔ اور اس کاسہ پرخون کو منہ نہیں لگاتے اور اہل وفا کے دائرہ میں پرکار کی مانند اگر سر رکھتے ہیں تو پاؤں اس دائرہ سے باہر نہیں نکالتے۔

(۱۸۳)

ز اوّل رہ عشق تو مرا سہل نمود　　پنداشت رسد بمنزل وصل تو زود
گامے دو سہ رفت و راہ را دریا دید　　چوں پائے درون نہاد موجش بربود

ابتدا میں تیرے عشق کا راستہ مجھے آسان معلوم ہوا اور دل نے سمجھا کہ تیری منزل وصل تک جلد ہی پہنچ جاؤنگا۔ لیکن دو تین ہی قدم چلا تھا کہ راستہ دریا معلوم ہونے لگا۔ اور جب قدم اس دریا میں رکھا تو موج بہا کر لے گئی۔

(۱۸۴)

گر پنہاں کرد عیب و گر پیدا کرد　　منّت دارم از و کہ بس بر جا کرد
تاج سر من خاک کف پائی کسی است　　کو چشم مرا بعیب من بینا کرد

خواہ اس نے میرے عیب کو چھپایا یا اسکو ظاہر کر دیا میں اس کا مرہون منّت ہوں کہ اس نے جو کچھ بھی کیا بالکل بجا کیا۔ اور درست کیا میرے سر کا تاج اس شخص کے پاؤں کی خاک ہے جس نے میری آنکھ کو میرے عیب سے آشنا کر دیا۔

(۱۸۵)

کامل زیکے ہنر دہ و صد بیند ناقص ہمہ جا معائب خود بیند
خلق آئینہ چشم و دل یک دگر ند در آئینہ نیک نیک بد بد بیند

کامل آدمی ایک ہنر میں سینکڑوں خوبیاں دیکھتا ہے اور ناقص کو ہر جگہ اپنے ہی عیوب و نقائص نظر آتے ہیں۔ مخلوق باہم ایک دوسرے کی آنکھ اور دل کا آئینہ ہے اور آئینہ میں اچھا چہرہ اچھا اور برا برا معلوم ہوتا ہے ؎

سمجھتا ہوں میں عکس آئینہ اس کو کسی میں جو عیب و ہنر دیکھتا ہوں

(۱۸۶)

گلزار وفا ز خار من مے روید اخلاص ز رہگزار من مے روید
در فکر تو دوش سر بزانو بودم امروز گل از کنار من مے روید

وفا کا گلزار میرے خار سے اگتا ہے اور اخلاص میرے رہگزر سے پیدا ہوتا ہے میں کل تیرے تصور میں سر بزانو تھا۔ آج میری آغوش سے پھول اگ رہے ہیں۔

(۱۸۷)

در دل ہمہ شرک روئے بر خاک چہ سود با نفس پلید جامۂ پاک چہ سود
زہر است گناہ و توبہ تریاق و لیست چوں زہر بجاں رسید تریاک چہ سود

جب دل شرک سے لبریز ہے تو ایسی حالت میں سجدہ کرنے سے کیا فائدہ؟ اور نفس پلید کے ساتھ ستھرے لباس سے کیا حاصل؟ گناہ زہر اور توبہ اس کا تریاق ہے جب زہر جان میں اثر کر جائے تو تریاق سے فائدہ؟

(۱۸۸)

خرم دل آنکہ از ستم آہ نہ کرد کس را ز درون خویش آگاہ نہ کرد
چوں شمع ز سوز دل سراپا بگداخت وز دامن شعلہ دست کوتاہ نہ کرد

وہ بہت خوشدل آدمی ہے جس نے کسی کے جور و ستم پر بھی آہ نہ کی۔ اور کسی کو اپنے باطن سے آگاہ ہونے کا موقع نہ دیا۔ شمع کی مانند سوزِ دل سے سراپا جل گیا مگر شعلے کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

(۱۸۹)

تا ولولۂ عشق تو در گوشم شد عقل و خرد و ہوش فراموشم شد
تا یک ورق از عشق تو از بر کردم سی صد ورق از علم فراموشم شد

ولولہ کے بجائے غلغلہ زیادہ موزوں ہے ؂

جب سے تیرے عشق کا غوغا میں نے سنا عقل و خرد اور ہوش و حواس سب جاتے رہے۔ اور جب میں نے تیرے عشق کا ایک ورق از بر کیا تو علوم ظاہری کے تین ہزار ورق فراموش ہو گئے۔

(۱۹۰)

گوشم چو حدیث درد چشم تو شنید فی الحال دلم خون شد و از دیدہ چکید
چشم تو نکو شود بمن چوں نگری تا کور شود ہر آنکہ نتواند دید

جب میرے کان نے تیرے درد چشم کی بات سنی تو فوراً ہی میرا دل خون ہو کر آنکھوں سے ٹپک گیا۔ جب تو میری طرف دیکھے تو تیری آنکھ اچھی ہو جائے اور حاسد اگر یہ گوارا نہ کرے تو وہ اندھا ہو جائے۔

(۱۹۱)

یک نیم رحمت است منکم بعید — یک نیم دگر انّ عذابی لشدید
ہر گرد رخت نوشتہ یحیی و یمیت — من مات من العشق فقد مات شہید

تیرا نصف چہرہ (میں تم سے دور نہیں ہوں) ہے اور نصف دیگر (بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے) ہے۔ تیرے چہرے کے گرد (زندہ کرنے والا اور مارنے والا) لکھا ہوا ہے۔ (جو شخص تیرے عشق میں مر گیا وہ شہید ہو گیا)۔

(۱۹۲)

دردا کہ ہمی روی بره باید کرد — وین مفرش عاشقی دو نہ باید کرد
بر طاعت و خیر خود نباید نگریست — بر رحمت و فضل او نگہ باید کرد

افسوس کہ تو جا رہا ہے اب تجھ کو الوداع کہنا چاہیے اور عشق و عاشقی کے بستر کو لپیٹ دینا چاہیے۔ اپنی عبادت اور نیکی پر نظر نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ اس کے فضل و کرم پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

(۱۹۳)

آن وقت کہ این انجم و افلاک نبود — وین آب و ہوا و آتش و خاک نبود
اسرار یگانگی سبق می گفتم — وین قالب و این اذا و ادراک نبود

جس وقت یہ ستارے اور آسمان نہ تھے۔ اور عناصر اربعہ کا بھی وجود نہ تھا (یعنی آفرینش کائنات سے پہلے) میں اسرار یگانگی کا سبق پڑھایا کرتا تھا۔ اگرچہ یہ جسم اور آواز اور عقل و ادراک بھی مجھے حاصل نہ تھے۔

(۱۹۴)

اے عشق بدرد تو سرے مے باید صیدے تو زمن قوی ترے مے باید
من مرغ بیک شعلہ کبابم۔ بگذار کایں آتش را سمندرے مے باید

سمندر۔ آگ میں پیدا ہونے والا کیڑا ۔

اے عشق! تیرے درد کے لئے کوئی سر چاہیئے اور تیرا شکار مجھ سے زیادہ قوی ہونا چاہیئے میں ایسا مرغ ہوں کہ ایک ہی شعلہ پر کباب ہو جاؤنگا اس لیے مجھے چھوڑ دے کیونکہ اس آگ (آتش عشق) کے لیے تو کسی سمندر کی ضرورت ہے ۔



(۱۹۵)

گفتم چشمم گفت براہش مے دار گفتم جگرم گفت پر آتش مے دار
گفتم کہ دلم گفت چہ داری در دل گفتم غم تو گفت نگاہش مے دار

میں نے کہا میری آنکھ۔ اس نے کہا اسے راستہ پر لگائے رکھ (انتظار میں رکھ) میں نے کہا میرا جگر۔ فرمایا اسے آہ و زاری میں مصروف رکھ میں نے کہا میرا دل۔ پوچھا دل میں کیا ہے میں نے کہا تمہارا غم ارشاد ہوا کہ اسکی نگہداشت کر ۔

(۱۹۶)

یارب بکشا گرہ ز کار من زار رحمے کہ ز خلق عاجزم در ہمہ کار
جز در گہ تو کے بود م در گاہے محروم از یں در مکنم اے غفار

اے پروردگار! مجھ نحیف و ناتواں کی مشکل کشائی کر اور رحم فرما۔ کیونکہ میں تمام امور میں مخلوق کے ہاتھوں تنگ آگیا ہوں اور تیری بارگاہ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں اس لئے مجھے اپنی بارگاہ سے محروم نہ رکھ۔

بابا طاہرؒ

سوام کز در برانن سوته آیم   نهیزا ز در برانی واکه بوشم

(۱۹۷)

یارب بدو نور دیدۂ پیغمبرؐ   یارب بدو شمع دودمان حیدرؓ
بر حال من از عین عنایت بنگر   دارم نظرے آنکہ نیفتم ز نظر

دودمان - خاندان ٭ عین - آنکھ ٭

اے پروردگار! پیغمبر صلعم کے دونوں نور نظر (حضرت امام حسن اور امام حسین) کی طفیل، اور خاندان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دونوں شمعوں (حسنینؓ) کے صدقے میرے حال پر عین عنایت سے نظر کر۔ میں امید رکھتا ہوں کہ نظر سے نہ گرونگا۔

(۱۹۸)

در چشم تو اے شوخ منم زار و اسیر   در کشتن من ہیچ نداری تقصیر
با غیر سخن کنی کہ از رشک بسوز   سویم نکنی نظر کہ از غصہ بمیر

اے شوخ! تیری چشم میں ایک میں ہی زار و اسیر ہوں جسے قتل کرتے ہیں تجھے ذرا بھی دریغ نہیں تو غیر کے ساتھ باتیں کرتا ہے کہ میں رشک سے جل جاؤں اور میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تاکہ میں غصے سے مر جاؤں۔

(۱۹۹)

گر دور فتادم از وصالت بضرور — دارد دلم از یاد تو صد نوع حضور
خاصیت سایہ تو دارم کہ مدام — نزدیک توام اگرچہ می افتم دور

اگرچہ میں مجبوراً تیرے وصال سے دور جا پڑا ہوں لیکن تیری یاد سے ہر طرح کی حضوری حاصل ہے میں تیرے سایہ کی خاصیت رکھتا ہوں کہ باوجود دور رہنے کے ہمیشہ تیرے نزدیک رہتا ہوں۔

(۲۰۰)

خورشید چو بر فلک زند رایت نور — در پرتو آں خیرہ شود دیدہ ز دور
دانم کہ کند ز پردۂ ابر ظہور — فالناظر یجتلیہ من غیر قصور

رایت۔ جھنڈا ۔

جب سورج آسمان پر نور کا جھنڈا گاڑ دیتا ہے تو اس کی روشنی کی وجہ سے آنکھوں میں چکا چوند آجاتی ہے لیکن جب سورج ابر کے پردے سے نمودار ہوتا ہے تو دیکھنے والا اس کا مشاہدہ بلا تکلف کر سکتا ہے۔

(۲۰۱)

اے فضل تو دستگیر من دستم گیر — سیر آمدہ ام ز خویشتن دستم گیر
تا چند کنم توبہ و تا کے شکنم — اے توبہ دہ و توبہ شکن دستم گیر

اے خدا! تیرا فضل میرا دستگیر ہے تو میری دستگیری کر کیونکہ میں اپنے آپ سے تنگ آ گیا ہوں۔ میں کب تک توبہ کرتا اور پھر اسکو توڑتا رہونگا۔ توبہ کی توفیق عطا کرنیوالے اور توبہ کو توڑنے والے میری امداد کر۔

(۲۰۲)

یارب در دل بغیر تو جا مگذار در دیدهٔ من گرد تمنا مگذار
گفتم گفتم ز من نمی آید ہیچ رحمے رحمے مرا بمن وا مگذار

ایزدا! میرے دل میں اپنے سوا غیر کے لئے جگہ مت چھوڑ اور میری آنکھ میں کسی دوسرے کے دیدار کی تمنا نہ رہنے دے۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو رحم کر اور مجھ کو میرے حال پر نہ چھوڑ۔

(۲۰۳)

لذات جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر با یار خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر
ہم آخر عمر رحلت باید کرد خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

تمام عمر تو نے دنیا کے مزے چکھے ہوں گے اور اپنے محبوب دلنواز کے ساتھ آرام کیا ہوگا آخر کار تجھے اس دنیا سے کوچ کرنا پڑے گا اور تیری زندگی ایک خواب ہوگی جو تو نے مدت العمر دیکھا ہوگا۔

ہائے ناکامی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

(۲۰۴)

ہر دُر کہ ز چشم اشکم افتد بہ کنار در رشتهٔ جان خود کشم گوہر وار
گیرم بکفش چو سبحہ در فرقت یار یعنی کہ ہمی [illegible] نفس چند شمار

ہر ایک موتی جو میرے آنسوؤں کے سمندر سے میرے دامن پر گرتا ہے میں اسے اپنی روح کی لڑی میں گوہر کی مانند پرو لیتا ہوں اور فراق یار میں تسبیح کی طرح سے ہاتھوں میں لے لیتا ہوں یعنی سانس بھی گن گن کر لیتا ہوں۔

(۲۰۵)

هر لقمه که بر خوان عوان است مخور   گر نفس ترا راحت جان است مخور
گر نفس ترا عسل نماید به مثل   آن خون دل بیوه زنان است مخور

عوان - سخت گیرندہ ، ظالم

ہر لقمہ جو کسی ظالم و جابر کے دسترخوان پر ہے نہ کھا اگرچہ اس سے تیری جان کو راحت ملتی ہو تو اس کی طرف التفات نہ کر گو وہ تجھے شہد معلوم ہوتا ہو مگر درحقیقت وہ بیچاری عورتوں کا خون دل ہے لہذا اسے مت کھا -

(۲۰۶)

ناقوس نواز گر ز من دارد عار   سجاده نشین اگر ز من کرده کنار
من نیز به عشق هر دو انداخته‌ام   تسبیح در آتش آتش اندر زنار

اگر ناقوس رکھنے والا (برہمن) مجھ سے شرم و عار رکھتا ہے اور سجادہ نشین زاہد مجھ سے کنارہ کش ہے تو میں نے بھی دونوں کے علی الرغم تسبیح اور زنار دونوں کو نذر آتش کر دیا ہے -

(۲۰۷)

با یار موافق آشنائی خوشتر   ورنه همه بیوفا جدائی خوشتر
چون سلطنت زمانه بگذاشتنی است   پیوند بملک بینوائی خوشتر

موافق طبع یار کے ساتھ آشنائی بہتر اور بیوفاؤں سے جدائی اولی ہے - چونکہ دنیا کی سلطنت چھوڑ دینے کے قابل ہے تو اس سے قطع تعلق کر کے فقر و بینوائی کے ملک سے وابستہ ہونا بہتر ہے -

سروساماں کی ضرورت نہیں اس منزل میں   سروساماں پہ نہ جا بے سروساماں ہو جا

(۲۰۸)

بدہ مرا تو خدایا دریں خجستہ سفر   ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر
بحرمت سہ محمد بحق چار علی   بدو حسن و حسین بموسیٰ و جعفر

اے خدا! اس نیک سفر میں تو مجھے ہزار نصرت (مدد) اور خوشی اور ہزار فتح و ظفر عطا فرما۔ تجھے تین محمد اور چار علی اور دو حسن اور ایک حسین اور ایک موسیٰ اور ایک جعفر (علیہم السلام اجمعین) انکا واسطہ۔

ائمہ اثنا عشری میں چار اماموں کا نام علی ہے تین کا محمد، دو کا حسن، ایک کا حسین، ایک کا موسیٰ اور ایک کا جعفر۔

(۲۰۹)

تا چند حدیث قامت و زلف نگار   تا کے باشی طالب بوس و کنار
گر زانکہ نئی دروغ زن عاشق وار   در عشق چو او ہزار چوں او بگذار

کب تک تو محبوب کے قد و زلف کی باتیں بناتا رہے گا اور کب تک تو بوس و کنار کا آرزو مند رہے گا۔ اگر تو جھوٹا اور دروغ باف نہیں تو اس جیسے کے عشق میں اس جیسے ہزاروں کو چھوڑ دے۔

(۲۱۰)

آگاہ بزی ابدل و آگاہ بمیر   چوں طالب منزلی تو در راہ بمیر
عشق است لسان زندگانی ورنہ   زینساں کہ توئی خواہ بزی خواہ بمیر

اے دل! تو آگاہی کی حالت میں زندگی بسر کر اور آگاہی کی حالت میں

جان دے جب تو منزل کا طالب ہے تو راہ میں ہی جان عجق ہو جا عشق ہی
میں کچھ زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں ورنہ جو حالت تیری ہے۔ ایسی
زندگی اور موت برابر ہے۔

(۲۱۱)

مجنون پریشان توام دستم گیر   سرگشتہ و حیران توام دستم گیر
ہر بے سر و پا چو دستگیری دارد   من بے سر و سامان توام دستم گیر

میں تیرا دیوانہ اور پریشان خاطر ہوں میرا ہاتھ پکڑ۔ اور تیرا سرگشتہ و حیران
ہوں میری امداد کر۔ ہر بے سر و سامان آدمی کا کوئی نہ کوئی دستگیر ہوتا ہے میں
تیرا بے سر و سامان ہوں میری دستگیری کر۔

ز

(۲۱۲)

دل خستہ و دل فگار و مژگاں خونریز   رفتم بر یار آں مہ مہر انگیز
من جائے نکردہ گرم گردوں بستیز   زد بانگ کہ ہاں چند نشینی برخیز

میں دل خستہ و دل فگار ہو کر اور آنکھوں سے خون بہاتا ہوا اس
چاند سے مکھڑے والے اور محبت کرنے والے (محبوب) کے پاس گیا۔
میں ابھی اطمینان سے بیٹھا بھی نہ تھا کہ آسمان نے دشمنی سے للکار کر کہا۔
کہ تو کب تک بیٹھا رہے گا۔ چلتا بن۔

(۲۱۲)

من بودم و دوش آں بتِ بندہ نواز — از من ہمہ لابہ بود و از او ہمہ ناز

شب رفت و حدیثِ ما بپایاں نرسید — شب را چہ گنہ حدیثِ ما بود دراز

کل رات میں تھا اور وہ بت بندہ نواز تھا میں خوشامد کرتا تھا اور وہ ہمیشہ ناز کرتا تھا۔ رات گزر گئی اور ہماری باتیں ختم نہ ہوئیں رات کا کیا قصور ہماری باتیں ہی لمبی تھیں۔

(۲۱۳)

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] اور تیری بارگاہ میں [illegible] بیچارہ [illegible] کے [illegible] بیچارہ و سرگشتہ کی نگاہ [illegible]۔

(۲۱۴)

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible]

اگر تو نے سمجھ لیا ہے [illegible] ہی مر جائے۔ دنیا ایک [illegible] عورت ہے اگر تو [illegible] دل نہ لگائے تو کیا حرج ہے۔

(۳۱۶)

دل جز رہِ عشقِ تو نپوید ہرگز — جز محنت و درد تو نجوید ہرگز
صحرائے دلم عشقِ تو شورستاں کرد — تا مہرِ کسے دراں نروید ہرگز

دل تیرے عشق کے علاوہ اور کسی راستے پر نہیں چلتا۔ اور تیرے درد و تکلیف کے سوا کسی چیز کی جستجو نہیں کرتا۔ تیرے عشق نے میرے صحرائے دل کو زمین شور بنا دیا ہے تاکہ اس میں کسی دوسرے کی محبت پیدا نہ ہو۔

(۳۱۷)

تا ابروئے تو دیدہ ام اے شمع طراز — نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با توام مجازِ من جملہ نماز — چوں بے توام نمازِ من جملہ مجاز

اے شمع طراز جب سے میں نے تیرا ابرو دیکھا ہے نہ کوئی کام کرتا ہوں نہ صوم و صلوٰۃ کے فرائض بجا لاتا ہوں۔ جب میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں تو میرا مجاز بھی سراسر نماز ہوتا ہے اور جب تجھ سے جدا ہوتا ہوں تو میری نماز بھی مجاز ہو جاتی ہے۔

من آں نیم کہ حلال از حرام نشناسم — شراب با تو حلال است و آب بے تو حرام

س

(۳۱۸)

اے جملہ بیکسانِ عالم را کس — یک جو کرمت تمام عالم را بس
من بیکسم و تو بیکساں را یاری — یا رب تو بفریادِ من بیکس رس

اے دنیا کے تمام بیکسوں کے والی! تیرے لطف و کرم کا ایک جَو (مقدارِ قلیل)
بھی تمام عالم کے لیے کافی ہے۔ میں بیکس ہوں اور تو بیکسوں کا یار و مددگار ہے
تو اے پروردگار! تو مجھ بیکس کی فریاد سن اور میری دستگیری کر۔

(۲۱۹)

شاہا ز دعائے مردِ آگاہ بترس   وز سوزِ دل و آہِ سحرگاہ بترس
بر لشکر و بر سپاہِ خود غرّہ مشو   از آمدنِ سیلِ ناگاہ بترس

اے بادشاہ! تو مردِ آگاہ (عارف و خدارسیدہ) کی دعا سے ڈر اور اس کے
سوزِ دل اور آہِ سحرگاہ سے خوفزدہ رہ۔ اپنے لشکر اور سپاہ پر مغرور نہ ہو۔
بلکہ ناگہانی طوفان کی آمد سے ڈر۔

(۲۲۰)

نوروز شد و جہاں برآورد نفس   حاصل ز بہارِ عمر مارا غم و بس
از قافلۂ بہار نامد آواز   تا لالہ بباغ سرنگوں ساخت جرس

نوروز (موسمِ بہار) چلا گیا اور عالم آہیں بھرنے لگا۔ بہارِ عمر سے ہمیں
صرف غم ہی حاصل ہوا ہے۔ اس وقت قافلۂ بہار کی کچھ آواز نہ آئی
جب تک باغ میں گلِ لالہ نے اپنے تئیں سرنگوں نہ کر دیا۔
(سرنگوں۔ اوندھا)

(۲۲۱)

در دل دردیست از تو پنہاں کہ مپرس   تنگ آمدہ چنداں دلم از جاں کہ مپرس
با اینہمہ حال در چنیں تنگ دلی   جا کردہ محبتِ تو چنداں کہ مپرس

میرے دل میں تجھ سے پوشیدہ ایسا درد ہے کہ کچھ نہ پوچھ اور میرا دل زندگی سے اس قدر تنگ آگیا ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔ اس حالت اور اس تنگ دلی کے باوجود تیری محبت نے میرے دل میں اس طرح گھر کر رکھا ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔

(۲۲۲)

اے آئینہ ذات تو ذات ہمہ کس مرآۃ صفات تو صفات ہمہ کس
ضامن شدم از بہر نجات ہمہ کس بر من بنویس سئیات ہمہ کس

مرآۃ - آئینہ ۞ سئیات - گناہ ۞

اے خالق بے ہمتا! ہر شخص کی ذات تیری ذات کا آئینہ ہے اور ہر شخص کی صفات تیری صفات کا آئینہ ہے (یعنی تمام مخلوقات من حیث ذاتہ وصفاتہ تیری ذات وصفات کی مظہر ہے) میں تمام لوگوں کی نجات کا ضامن ہو گیا ہوں اس لئے تو ان سب کے گناہ میرے نام لکھ دے۔

(۲۲۳)

اللہ بفریاد من بیکس رس لطف وکرمت یار من بیکس بس
ہر کس بکسے وحضرتے مے نازد جز حضرت تو ندارد این بیکس کس

اے اللہ! تو مجھ بیکس کی فریاد سن۔ تیرا لطف وکرم ہی مجھ بیکس کا یار کافی ہے۔ ہر شخص کو کسی ہستی اور کسی بارگاہ پر ناز ہوتا ہے لیکن تیری بارگاہ کے مجھ بیکس کا کوئی یار وغمگسار نہیں۔

ش

(۲۳۳)

شاهی طلبی برو گدای همه باش   بیگانه خویش و آشنای همه باش
خواهی که ترا چو تاج بر سر دارند   دست همه گیر و خاک پای همه باش

اگر تو بادشاہی کا طالب ہے تو جا اور تمام مخلوقات کی خدمت کر اپنی ذات سے بیگانہ اور سب کا آشنا ہو جا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ لوگ تاج کی مانند تجھے سر پر رکھیں تو ہر ایک کی امداد اور تعظیم کر اور سب کی خاک پا ہو جا۔

(۲۳۴)

تا دوستی هر دو جهان داری انس   هرگز نشود حقیقت حال تو خوش
تا خواهی خط بر عالم درکش   کاندر یک دل دو دوستی ناید خوش

جب تک تو دنیا اور آخرت دونوں کی دوستی رکھتا ہے تیرا حال حقیقی خوش اور شادمانی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر تو چاہتا ہے تو دنیا و ما فیہا کو ترک کر دے کیونکہ ایک دل میں دو کی دوستی نہیں سما سکتی۔

هم خدا خواهی و هم دنیای دون   این خیال است و محال است و جنون

(۲۳۵)

در میدان با سپر و ترکش باش   سرپنجه بخود کش و سرکش باش
گو خواه زمانه آب و خواه آتش باش   تو شاد بزی و در میانه خوش باش

میدان میں ڈھال اور تیر دان اپنے پاس رکھ اور کبھی غمگین و سرنگوں نہ ہو

نہ ہو بلکہ ہمارے تعلق کی وجہ سے سربلند ہو خواہ زمانہ (تجھے غرق کرنے کے لیے) پانی ہو جائے یا تجھے (جلانے کے لیے) آگ بن جائے۔ تو خوش رہ اور مسرت سے زندگی بسر کر۔

(۲۴۷)

چوں ذات تو منفی بود از صفات خویش — اثبات اعمال خود باش [illegible]
[illegible] [illegible] روئے تشویش — ثبّت العرش اوّلاً ثمّ انقش

اے شخص [illegible] تیری ذات [illegible] [illegible] اور [illegible] ہو۔ یعنی ثبّت العرش ... [illegible] اور پھر نقش کر۔

(۲۴۸)

سودائے تو ام در جنون میبرد دوش — [illegible]
[illegible] خیال تو رسید — [illegible]

کل تیرے سودا نے جنون کا دورہ [illegible] تھا۔ اور میری دونوں آنکھوں سے دریا بہہ رہا تھا۔ [illegible] تیرے خیال کا لشکر آ پہنچا ورنہ میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی۔

(۲۴۹)

در خانۂ خود نشستہ بودم دل ریش — وز ناگہ فگندہ بودم سر پیش
آواز آمد کہ خیز اے درویش — تو در خور خود کن و ما در خور خویش

ریش – زخمی ۔ درخور – لائق، سزاوار ۔

ہیں اپنے گھر میں زخمی دل لئے بیٹھا تھا اور بار گنہ کی وجہ سے اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ ندا آئی کہ اے درویش اعظم نہ کھا کیونکہ تو اپنی ذات کے مطابق افعال و اعمال کا مرتکب ہوتا ہے اور ہم اپنی عظمت و شان کے مطابق تجھے جزا و مغفرت سے بہرہ اندوز کرتے ہیں۔

(۲۳۰)

آتش بدو دست خویش در خرمن خویش   خود برزدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش   ای وای من و دست من و دامن خویش

میں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے خرمن میں آگ لگائی ہے دشمن کا گلہ و شکوہ کیوں کروں میرا کوئی دشمن نہیں بلکہ میں خود ہی اپنا دشمن ہوں مجھ پر اور میرے ہاتھوں پر اور میرے دامن پر افسوس ہے

باخود داد بد کردہ ام بد کردہ ام   از کہ نالم چوں گنہ خود کردہ ام

ص

(۲۳۱)

پیوستہ مرا ز خالق جسم و عرض   حقا کہ ہمیں بود و ہمیں است عرض
کاں جسم لطیف را بخلوتگہ ناز   فارغ بینم ہمیشہ ز آسیب و مرض

بخدا جسم و عرض کے خالق سے میری ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے۔ کہ میں اس جسم لطیف کو خلوت گہِ ناز میں ہر تکلیف اور مرض سے فارغ و آزاد دیکھوں۔

ط

(۲۳۲)

اے بہر حرف این و آں نازدہ خط — پندار دوئی دلیل بعد است بخط
در جملہ کائنات بے سہو و غلط — یک عین محسب دان و یک ذات فقط

تو نے ابھی تک این و آں کے حروف پر خط تنسیخ نہیں کھینچا۔ دوئی کا خیال ہی دوری کی بین دلیل ہے تمام موجودات میں کسی سہو و غلط کے بغیر ایک ہی حقیقت اور ایک ہی ذات ہے ؎

ہے غلط اگر گمان میں کچھ ہے — تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ہے

ع

گشتی تو توقف بہ موافقت قانع — شد قصد مقاصدت ز مقصد مانع
ہرگز نشود تا بکشے کشف حجب — انوار حقیقت از مطالع طالع

تو دیدہ و دانستہ تعینات پر قانع ہو گیا ہے اور مقاصد دنیاوی کے حصول کا ارادہ تیرے حقیقی مقصد میں حائل ہو گیا ہے۔ جب تک کسی کی آنکھوں سے تعینات کے پردے نہیں اٹھتے۔ انوار حقیقت اپنے مطالع سے طلوع نہیں ہوتے۔ یعنی انسان جب تک تعینات و کثرت میں مبتلا ہوتا ہے انوار حقیقت کے مشاہدہ سے قاصر رہتا ہے۔



(۲۳۴)

بر عود دلم نواخت یک زمزمه عشق — زاں زمزمه ام ز پائے تا سر همه عشق
حقا که بعهدها نیایم بیروں — از عهدهٔ حق گزاری یک دمه عشق

عود۔ ایک ساز کا نام ہے ۔

میرے دل کے ساز پر عشق نے ایک زمزمہ بجایا اس زمزمے سے میں سراپا عشق بن گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک لمحۂ عشق کا اگر میں حق ادا کرنا چاہوں تو سالہا سال تک اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

(۲۳۵)

کی باشد کہ لباس ہستی شود شق — تاباں گشتہ جمال وجہ مطلق
دل در سطوات نور او مستہلک — جاں در غلبات شوق او مستغرق

وہ وقت کب آئے گا کہ لباس ہستی چاک ہو گا اور وجہ مطلق کا جمال جلوہ فروز ہو گا دل اس کے نور کے جلال میں فنا اور جان اس کے غلبۂ شوق میں مستغرق ہو گی۔

(۲۳۶)

ما را شده است دم و آئین همه عشق — بستر همه محنت و بالین همه عشق
سبحان الله نے چندیں همه حسن — انا الله نے چندیں همه عشق

ہمارا دم و آئین شریعت و طریقت سراسر عشق ہو گیا ہے۔ بستر

بھی یہی عشق ہے اور تکیہ بھی یہی عشق۔ سبحان اللہ! ایسا چہرہ کہ سراسر
حسن ہے اور تاللہ! ایسا دل کہ سراپا عشق ہے۔



(۲۳۷)

دامان غنائے عشق پاک آمد پاک — ز آلودگی نیاز با مشتے خاک
چوں گرو نظارگی خود ہمہ است — گر ما و تو درمیاں نباشیم چہ باک

عشق کی بے نیازی کا دامن مشت خاک (ما، وجود) کی حاجت کی آلودگی سے سراسر پاک و بے لوث ہے چونکہ وہ خود ہی جلوہ نما اور خود ہی جلوہ بیں بھی ہے لہٰذا اگر ہم اور تم درمیان میں نہ ہوں تو کیا حرج ہے۔

واجب ز وجود ہیچ وجہ مشتق است — واحد ز مراتب عدد مشتق است
در خود ہمہ را چو دید او دال ست بہم — از دیدن شان چرا ز خود مشتق است

(۲۳۸)

خلقاں ہمہ بر درگہت اے خالق پاک — ہستند پے قطرۂ آبے غمناک
سقائے سحاب را بفرما از لطف — تا آب زند بر سر ایں مشت خاک

اے خالق پاک! تمام مخلوقات تیرے دروازے پر قطرۂ آب کے لئے غمناک ہے۔ تو اپنے لطف و کرم سے ابر کے سقہ کو حکم دے کہ وہ اس مشت خاک پہ پانی چھڑک دے۔

(۲۳۹)

یا من بیک حاجتی و روحی بیدیک   عن غیرک اعرضت واقبلت الیک
مالی عمل صالح استظھر بہ   قد جئتک راجیا توکلت علیک

اے وہ ہستی! جس کا میں محتاج ہوں اور جس کے قبضۂ قدرت میں میری روح ہے میں تیرے غیر سے اعراض و روگردانی کر کے تیری ہی طرف متوجہ ہوا ہوں میرے نامۂ اعمال میں کوئی عمل صالح نہیں جس پر میں بھروسہ کروں محض تیری رحمت کا امیدوار ہو کر آیا ہوں اور تجھی پر بھروسہ کر کے آیا ہوں۔

(۲۴۰)

حق تعالیٰ کہ مالک الملک است   لیس فی الملک غیرہٗ مالک
مے رساند بیکدگر مارا   انہٗ قادر علیٰ ذالک

حق تعالیٰ جو ملک کا مالک ہے اور تمام جہان میں اس کے سوائے کوئی دوسرا نہیں۔ وہ ہمیں ایک دوسرے سے ملاتا ہے اور البتہ وہ اس بات پر قادر ہے۔

گ

(۲۴۱)

دستی کہ نہ دے تبار در دست تو چنگ   چنگے کہ زند بدست زدل برد زنگ
آں چشم بہ بست بے تو ام چہرہ بچنگ   ایں دست بکوفت بے تو ام سینہ بسنگ

چنگ، چنگل، پنجہ ۔ کوفتن ۔ کوٹنا ۔

وہ ہاتھ جو ناز سے تیری زلف پر چنگل (پنجہ) مارتا تھا اور وہ آنکھ جو تیرے دیدار سے دل سے زنگ کدورت کو دور کرتی تھی۔ آج اس آنکھ نے تیرے فراق میں خونیں آنسو بہا بہا کر میرے چہرے کو لتھیڑ دیا ہے۔ اس ہاتھ نے تیری جدائی میں پتھر سے میری سینہ کوبی کی ہے۔

(۲۴۲)

بر چہرہ ندارم ز مسلمانی رنگ　　دارد بمن شرف سگ اہل فرنگ
آں رو سیاہم کہ باشد از بودن من　　دوزخ را ننگ و اہل دوزخ را ننگ

میرے چہرے پر مسلمانی کی کوئی علامت نہیں لہذا اہل فرنگ کا کتا بھی مجھ پر فوقیت رکھتا ہے میں ایسا روسیاہ ہوا کہ میری ہستی دوزخ اور اہل دوزخ دونوں کے لئے باعث ننگ و عار ہوگی۔

(۲۴۳)

تا شیر بدم شکار من بود پلنگ　　پیروز شدم بہر چہ کردم آہنگ
تا عشق ترا ببر درآوردم تنگ　　از بیشہ بدر کرد مرا روبہ لنگ

پلنگ۔ چیتا :: روبہ۔ لومڑی :: لنگ۔ لنگڑی ::

جب تک میں شیر تھا تو میرا شکار چیتا تھا اور میں جس کام کا بھی ارادہ کرتا تھا کامیاب ہوتا تھا۔ لیکن جب میں نے تیرے عشق کو پہلو میں جگہ دی تو ایک لنگڑی لومڑی نے مجھے جنگل سے باہر نکال دیا۔



(۲۴۴)

سرمست بدشت خاوراں لالۂ آل   چوں دانۂ اشک عاشقاں در مہ و سال
بنمود چو حسنِ دوست از پردہ جمال   چوں صورتِ حالِ من شدش صورتِ حال

لالۂ سرخ دشتِ خاوراں میں سرمست ہو رہا تھا جس طرح ہر سال و ماہ میں عشاق کے آنسوؤں کے قطرے (سرخ) ہوتے ہیں جب حسنِ دوست نے پردے سے اپنا جمال دکھایا تو میری صورتِ حال کی مانند اس کی بھی صورتِ حال ہو گئی۔

(۲۴۵)

در باغ کجا روم کہ نالد بلبل   بے تو چہ کنم جلوۂ سرو و سنبل
با قدِ تو ہست آنچہ پیدا ز سرو   با روئے تو ہست آنچہ پیدا ز گل

میں باغ میں کہاں جاؤں جہاں بلبل سرگرم نالہ و فریاد ہے اور سرو و سنبل کے جلوے کو تیرے بغیر کیا کروں۔ یا تو سرو تیرا قد رکھتا ہے یا پھول کے پاس تیرا ہی چہرہ ہے۔

(۲۴۶)

اے چاردہ سالہ مہ کہ در حسن و جمال   ایچو مہِ چاردہ رسیدی بہ کمال
یارب نرسد بحسنت آسیبِ زوال   در چار سالگی بمانی صد سال

اے چودہ برس کے چاند! کہ حسن و جمال میں چودھویں کے چاند (مہ کامل)

کی مانند کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ خدا کرے کہ تیرے حسن کو زوال کا صدمہ نہ پہنچے۔ بلکہ "چودہ برس کا سن ترا لاکھوں برس رہے"۔

(۴۴۷)

اے عہد تو عہد دوستان سرپل — از عہد تو کیں خیزد و از مہر تو ذل
یکشبہ ہمچو شمع و یکروزہ چو گل — پر دولہ و میان تہی ہمچو دہل

تیرا عہد دوستان سرپل کے عہد کی مانند بودا اور نا استوار ہے اور تیرے عہد سے کینہ اور تیری محبت سے ذلت پیدا ہوتی ہے تیری زندگی شمع کی مانند ایک ہی رات کے لئے اور تیری بہار پھول کی طرح ایک ہی دن کے لئے ہے۔ شور و شغف تو بہت ہے لیکن ڈھول کی طرح اندر سے خالی ہے۔

(۴۴۸)

گر با غم عشق ساز گار آید دل — بر مرکب آرزو سوار آید دل
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق — ور عشق نباشد بچہ کار آید دل

اگر دل غم عشق کے ساتھ موافقت پیدا کرلے تو وہ آرزو کے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ اگر دل نہ ہو تو عشق اپنا وطن کہاں بنائے اور اگر عشق نہ ہو تو دل کس کام آئے۔

(۴۴۹)

با خود در وصل تو کشودن مشکل — دل را بفراغ آزمودن مشکل
مشکل حالے و طرفہ مشکل حالے — بودن مشکل با تو نہ بودن مشکل

تجھ کو اپنے ساتھ تیرے وصل کا دروازہ کھولنا مشکل ہے اور دل کو

فراغت کے ساتھ آزمانا (یعنی جدائی میں سکون و اطمینان کے ساتھ بسر کرنا) بھی مشکل ہے ہم عجیب مشکل میں گرفتار ہیں کہ تیرا وصال حاصل کرنا بھی مشکل ہے اور فراق میں جینا بھی دشوار۔

(۲۵۰)

ہر نعمت کہ از قبیل خیر است و کمال باشد ز نعوت ذات پاک متعال
ہر وصف کہ در حساب شر است و وبال وارد ز قصور قابلیات مآل

ہر ایک امر جو نیکی اور کمال سمجھا جاتا ہے خدائے بزرگ و برتر کی صفات میں سے ہے اور ہر وصف جو شر اور وبال میں شمار ہوتا ہے وہ ہماری قابلیتوں کے قصور کے مطابق انجام پذیر ہوتا ہے۔ یعنی خیر وصف ذات ہے۔ اور شر مقتضائے غیر۔

(۲۵۱)

ہر جا کہ وجود کردہ سیر اے دل میدان بیقین کہ محض خیر است اے دل
ہر شر ز عدم بود عدم غیر وجود پس شر ز مقتضائے غیر است اے دل

اے دل! جہاں وجود نے سیر کیا ہے تو یقین کر کہ وہاں خیر محض ہے ہر شر عدم سے ہوتا ہے اور عدم غیر وجود ہے۔ پس شر دوسرے امر غیر کے اقتضا سے ہے۔

(۲۵۲)

شد آنکہ ترا روح تقدس منزل سودائے ترا عقل مجرد محمل
سیاح جہان معرفت یعنی دل در کشمکش دست بسر پائے بگل

تیرے عاشق کی منزل روح مقدس ہے اور تیرے جنون عشق کے لیے عقل مجرد محمل ہے عرفان و آگہی کی دنیا کا سیاح یعنی دل تیرے ہجر غم میں سر پہ ہاتھ اور کیچڑ میں پاؤں رکھتا ہے (حیران و عاجز ہے)۔

(۲۵۳)

پرسید یکے منزل آں مہر گسل   گفتم کہ دل است اورا منزل
گفتا کہ دلت کجاست گفتم بر او   پرسید کہ او کجاست گفتم در دل

کسی نے اس بے مروت کے گھر کا پتہ پوچھا میں نے کہا کہ اس کا گھر میرا دل ہے تو کہ تیرا دل کہاں ہے میں نے کہا اس کے پاس۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے میں نے کہا دل میں۔

(۲۵۴)

آزردہ ترم گرچہ کم آزار ترم   بے یار ترم گرچہ وفادار ترم
با ہر کہ وفا و صبر بیش کردم   سبحان اللہ کہ چشم او خوار ترم

اگرچہ میں کسی کو آزار و تکلیف نہیں پہنچاتا پھر بھی سب سے زیادہ آزردہ خاطر ہوں اور اگرچہ میں سب سے زیادہ وفادار ہوں پھر کوئی یار و غمگسار نہیں جس کسی کے ساتھ میں نے وفا اور صبر زیادہ کیا خدا کی شان اسی کی آنکھوں میں زیادہ ذلیل و خوار ہوں ؎

مطلب پرست دوست نہ آئے قریب بھی   بیٹھا ہے لیے ہوئے دام وفا کو میں

(۲۵۵)

گر دست تضرّع بدعا بردارم — بیخ و بن کوہ ہا ز جا بردارم
لیکن ز تفضّلات معبود احد — فاصبر صبراً جمیلاً از بردارم

اگر میں تضرّع وزاری کے ساتھ دست بدعا ہوں تو پہاڑوں کو جڑ سے اکھیڑ دوں لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایات سے فاصبر صبراً جمیلاً از بر رکھتا ہوں۔ یعنی صبر جمیل سے کام لیتا ہوں اور کسی کو بددعا نہیں دیتا۔

(۲۵۶)

مشہور و خفی چو گنج و فانوسم — پیدا و نہاں چو شمع در فانوسم
القصہ درین چمن چو بید مجنوں — سرسبز و در ترقی معکوسم

میں گنج و فانوس کی طرح ظاہر بھی ہوں اور پوشیدہ بھی۔ اور میں شمع کی مانند ہوں جو فانوس کے اندر ظاہر بھی ہوتی ہے اور پنہاں بھی۔ المختصر اس باغ جہاں میں بید مجنوں کی طرح بڑھتا ہوں مگر ترقی معکوس ہی کرتا ہوں۔

(۲۵۷)

بے مہری آں بہانہ جو میدانم — بے دردی و ستم عادت او میدانم
جز جور و جفا عادت آں بدخو نے — من شیوۂ یار خود نکو میدانم

اس بہانہ جو کی بے مہری کو میں جانتا ہوں اور میں اس کی عادت سے آگاہ ہوں کہ وہ بیدردی و ستم شعار ہے اس بدخو کی عادت جور و جفا کے سوا اور کچھ نہیں میں اپنے یار کی عادت و خو کو خوب جانتا ہوں۔

(۲۵۸)

نی باغ نہ بستاں نہ چمن میخواہم　　نی سرو نہ گل نہ یاسمن میخواہم
خواہم ز خدائے خویش کنجے کہ دراں　　من باشم و آں کسے کہ من میخواہم

نہ مجھے باغ و بستان اور نہ چمن کی خواہش ہے نہ سرو گل اور یاسمن کی آرزو۔ میں اپنے خدا سے ایک ایسا گوشہ مانگتا ہوں جہاں میں ہوں اور وہ جس کی مجھے تمنا ہے (یعنی معشوق)۔

(۲۵۹)

تپ را کردم در آب و آتش کشتم　　یک چند بہ تعویذ و کتابش کشتم
بازش یک بار در عرق کردم غرق　　چوں لشکر فرعون در آبش کشتم

مجھے بخار آگیا۔ میں نے اس کو آب و آتش سے مارا۔ کچھ مدت تک میں نے تعویذ اور کتاب (قرآن پاک) سے اس کو روکا۔ پھر یکبارگی پسینہ میں غرق کر دیا گویا میں نے لشکر فرعون کی طرح دریا (آب یعنی دریا۔ لشکر فرعون رود نیل میں غرق ہوا تھا) میں ڈبو دیا۔

(۲۶۰)

دی شب کہ بکوئے یار مے گردیدم　　دانی کہ چرا چو کار مے گردیدم
قربان خلاف وعدہ اش مے گشتم　　گرد سر انتظار مے گردیدم

کل رات میں کوچۂ یار میں چکر کاٹ رہا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ میں کس واسطے پھر رہا تھا۔ میں اس کی وعدہ خلافی پہ قربان اور انتظار پہ نثار ہو رہا تھا۔

(۲۶۱)

ما با همه مستی سر تقویٰ داریم   دنیا طلبیم و میل عقبیٰ داریم
کے دنیا و دین بہم بہم آید راست   اینست کہ ما نہ دین نہ دنیا داریم

ہم کو سرمستی کے باوجود تقویٰ و پرہیزگاری کا خیال ہے۔ دنیا کی خواہش بھی ہے اور عقبیٰ کی آرزو بھی۔ دنیا و دین کبھی ایک جگہ ٹھیک جمع نہیں ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نہ دین رکھتے ہیں نہ دنیا۔

(۲۶۲)

مابین دو عین یار از نون تا میم   بینی الفی کشیده بر صفحهٔ سیم
نے نے غلطم کہ از کمال اعجاز   انگشت نبی ست کرده مہ را بہ دو نیم

دو عین = دونوں آنکھیں ۔ نون = ابرو ۔ میم = دہن = الف ۔ ناک =
صفحۂ سیم = چہرہ =

یار کی دونوں آنکھوں کے درمیان نون سے میم تک اس چاندی کے صفحہ پر تو ایک الف لکھا ہوا دیکھے گا۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا بلکہ کمال اعجاز سے انگشت نبی (صلعم) نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا ہے (تلمیح بہ معجزۂ شق القمر)۔

(۲۶۳)

روزی ز پئے گلاب می گردیدم   پژمرده عذار گل در آتش دیدم
گفتم کہ چہ کرده کہ می سوزندت   گفتا کہ درین باغ دمے خندیدم

ایک روز میں گلاب کی جستجو میں پھر رہا تھا میں نے پھول کے پژمردہ

چہرے کو آگ میں پڑا ہوا دیکھا - میں نے پوچھا کہ تو نے ایسا کونسا گناہ کیا ہے - کہ تجھے جلا رہے ہیں - اس نے جواب دیا کہ میں اس باغِ دنیا میں تھوڑی دیر ہنسا تھا -

(۲۶۴)

تا بردی از من دیارِ تشریف قدوم
بردل زقلم شوقِ تو دارم مرقوم
این غصہ مرا کشت کہ ہنگام وداع
از دولتِ دیدارِ تو گشتم محروم

جب سے آپ اس دیار سے تشریف لے گئے ہیں میں اپنے دل پر آپ کے شوق کی تحریر نقش کئے ہوئے ہوں - اس رنج نے مجھے مارڈالا کہ وداع کے وقت میں تیری دولتِ دیدار سے محروم رہا -

(۲۶۵)

زانم کہ قرین محنت و افغانم
ہر لحظہ ز ہجرانِ بلب آمد جانم
محروم ز خاکِ آستانت زانم
کز سیلِ سرشکِ خود گذر نتوانم

جب سے میں محنت و فریاد میں مبتلا ہوں ہر لحظہ ہجر کی وجہ سے میری جان لبوں پر آئی ہوئی ہے - میں تیری خاکِ آستاں سے اس لئے محروم ہوں - کہ اپنے آنسوؤں کے سیلاب سے گذر نہیں سکتا -

(۲۶۶)

عمرے بہوس باد ہوا پیمودم
در ہر کارے خورونگہ پالودم
در ہر چہ زدم دست زغم فرسودم
دست از ہمہ باز داشتم آسودم

ایک مدت تو میں حرص و آز کی وجہ سے خاک چھانتا رہا اور ہر کام

میں قوت جگر پیتا رہا۔ میں نے جس کام میں ہاتھ ڈالا غم سے گرفتار رہا اب جبکہ تمام اشیاء سے ہاتھ اٹھا لیا ہے تو آسودہ و فارغ البال ہوں۔

(۲۶۷)

یا یاد تو یا دیدہ تر مے آیم ورنہ بادۂ شوق بے خبر مے آیم
ایام فراق چوں بسر آمدہ است من نیز بسوئے تو بسر مے آیم

بسر آمدن۔ ختم ہونا، سر کے بل چلنا +

میں تیری یاد میں اشکبار آنکھوں سے گرا آتا ہوں اور شراب شوق سے بیخود و سرمست ہو کر آ رہا ہوں۔ چونکہ فراق کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ لہذا میں بھی تیری طرف سر ہی کے بل آتا ہوں۔

(۲۶۸)

گر در سفرم تو ئی رفیق سفرم ور در حضرم تو ئی انیس حضرم
ہر جا کہ نشینم و بہر جا گذرم جز تو نبود ہیچ مراد دگرم

اگر میں سفر میں ہوں تو میرا رفیق سفر تو ہی ہے اور اگر میں حضر (گھر) میں ہوں تو وہاں بھی میرا مونس و غمخوار تو ہی ہے میں جس جگہ بیٹھتا ہوں۔ اور جہاں سے گذرتا ہوں تیرے سوا میری اور کوئی مراد نہیں ہوتی۔

(۲۶۹)

در حضرت پادشاہ دوراں مائیم در دائرہ وجود سلطاں مائیم
منظور خلائق است ایں سینۂ ما پس جام جہاں نمائے خلقاں مائیم

جام جہاں نما۔ جمشید کا پیالہ۔ اس کے دو حصے تھے ایک میں تمام

گزشتہ کے اور دوسرے میں زمانۂ آئندہ کے حالات معلوم ہوتے تھے ۔

بادشاہِ زمانہ کی بارگاہ میں ہم ہی ہیں (یعنی انسان ہی کو بارگاہِ الٰہی میں رسائی حاصل ہے لہٰذا) دائرۂ وجود میں سلطان (اشرف المخلوقات) ہم ہی ہیں ۔ ہمارا سینہ منظورِ خلائق ہے ۔ گویا ہم مخلوق کے لئے جامِ جہاں نما ہیں ۔

(۲۶۰)

دی تازہ گلے ز گلشن آورد نسیم — کز نکہتِ آں مشامِ جاں یافت شمیم
نے نے غلطم کہ صفحۂ بود ز سیم — مشکیں رقمش معطر از خلقِ کریم

کل رات گلشن سے نسیم ایک تازہ پھول لائی جس کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہو گیا ۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا ۔ چاندی کا ایک ورق تھا ۔ جس کی سیاہ تحریر خلقِ کریم سے معطر تھی ۔

(۲۶۱)

نہ از ضررِ کار با خللے می ترسم — نے بہرہ ز تقصیرِ امل می ترسم
ترسم کہ گناہ نیست آمرزش ہست — از سابقۂ روزِ ازل می ترسم

نہ تو مجھے اپنے کام کے بگڑنے کا ڈر ہے اور نہ آرزوؤں کے پورا نہ ہونے کا خوف ہے ۔ گناہ تو معدوم ہیں اور بخشش و مغفرت موجود ۔ لہٰذا میں سابقۂ روزِ ازل سے ڈرتا ہوں ۔

شرمندہ از آنیم کہ در وہمِ مکافات
اندر خورِ عفوِ تو نہ کردیم گناہے

(۲۷۲)

ایں بخت ندارم کہ بکامت بینم   یا در گذرے ہم بسلامت بینم
وصل تو بہیچ گونہ دستم ندہد   نامت بنویسم و بنامت بینم

میں ایسا خوش نصیب نہیں کہ تجھے اپنی آرزو کے مطابق دیکھوں۔ یا کسی راستہ ہی میں تجھے بخیریت دیکھ لوں۔ تیرا وصل کسی طرح بھی میسّر نہیں ہوتا لہٰذا میں تیرا نام لکھ کر اسی کی طرف دیکھتا رہتا ہوں۔

(۲۷۳)

چوں آب شدہ ام کہ دیدہ تو اندرم   تا پیش تو اے نگار بنشانندم
چوں ذرّہ بخورشید ہمی پیوندد   خورشید توئی بذرہ من مانندم

اے محبوب! میں اس قدر نحیف و نزار ہو گیا ہوں کہ مجھے تیرے روبرو بٹھانے کے لئے ڈھونڈتے ہیں تو نظر بھی نہیں آتا۔ خورشید کے ساتھ ذرّہ مل جاتا ہے تو خورشید ہے اور میں ذرّہ کی مانند ہوں۔

(۲۷۴)

بے چشم تو یاد نرگس تر نکنم   بے لعل تو آرزوئے کوثر نکنم
گر خضر بجز تو دہد آبحیات   کافر باشم کہ بے تو لب تر نکنم

میں تیری آنکھ کے بغیر نرگس تر کا خیال نہیں کرتا اور تیرے لعل لب کے سوا حوضِ کوثر کی آرزو نہیں کرتا۔ اگر تیرے بغیر خضر مجھے آب حیات دے تو میں کافر ہونے کی قسم کھاتا ہوں کہ اس سے لب بھی تر نہ کروں گا۔

(۲۷۵)

ما قبلهٔ طاعت آن دو روی دانیم — ایمان سر زلف مشکبوی دانیم
با اینهمه دلدار بما نیکو نیست — ما طالع خویش را نکو می دانیم

ہم ان دو رخساروں کو قبلۂ طاعت خیال کرتے ہیں اور زلف مشکیں کے خیال کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود دوست کے تعلقات ہمارے ساتھ خوشگوار نہیں۔ ہم اپنے نصیب کو خوب جانتے ہیں (یعنی سخت بدنصیب ہیں)۔

(۲۷۶)

ز آمیزش جان و تن توئی مقصودم — وز مردن و زیستن توئی مقصودم
تو دیر بزی که من برفتم ز میان — گر من گویم ز من توئی مقصودم

جان و تن کی آمیزش سے میرا مقصود تو ہی ہے اور موت و زیست سے بھی تو ہی مطلوب ہے۔ تو دیر تک زندہ رہ کہ میں درمیان سے اٹھ گیا ہوں (اپنی خودی کو فنا کر دیا ہے) اب اگر میں "من" کہتا ہوں تو اس سے میرا مقصود تو ہی ہے۔ محمود شبستریؒ کا ہے

چو ہست مطلق آید در عبارت — بلفظ "من" کنند از وے اشارت

(۲۷۷)

بی درد تو اندیشهٔ درمان نکنم — بی زلف تو آرزوی ایمان نکنم
جانان اگر جان طلبی خوش باشد — اندیشهٔ جان برای جانان نکنم

(میں تیرے درد کا اور [illegible] فکر [illegible] (درد) کے سوا

کسی علاج معالجہ کی فکر نہیں کرتا اور تیری زلف کے بغیر ایمان کی آرزو نہیں کرتا۔ جان من! اگر تو جان بھی مانگے تو اچھا ہے کیونکہ میں جاناں کے لئے جان کی پروا نہیں کرتا۔

(۲۴۸)

از جملۂ دردہائے بے درمانم   وز جملۂ سوز و داغ بے پایانم
سوزندہ تر است آنکہ چون مردم چشم   در چشم منی و دیدنت نتوانم

میرے تمام لا علاج دردوں اور تمام غیر واضح داغوں کے سوز میں سب سے زیادہ پرسوز یہ بات ہے کہ تو آنکھ کی پتلی کی طرح میری آنکھوں میں ہے مگر میں تجھے دیکھ نہیں سکتا۔

تجھ سے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جوں نگاہ
نور ہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

(۲۴۹)

شمعم کہ بپردہ نہاں فرو می گریم   پیچیدہ و در نہاں فرو می گریم
چون کس ز گریۂ من آگہ نیست   زان خوش بہ نہان نہاں فرو می گریم

میں شمع کے مانند در پردہ چھپ چھپ کر روتا ہوں۔ اگرچہ بظاہر ہنستا ہوں، لیکن فی الحقیقت ہر وقت اندر ہی اندر روتا رہتا ہوں کوئی شخص میرے رونے سے آگاہ نہیں۔ اس لئے میں خوب اچھی طرح دل ہی دل میں روتا ہوں۔

(۲۸۰)

تا چند بگبر و سرِ ایماں گردم   وقتست کہ از کردہ پشیماں گردم
خاکم ز کلیسیا و آبم ز شراب   کافر تر از آنم کہ مسلماں گردم

میں کب تک ایمان پر قربان ہوتا رہوں گا اب وقت ہے کہ اپنے کئے پہ پشیمان ہو جاؤں۔ میری مٹی کلیسا کی ہے اور پانی شراب کا (یعنی کفر میری سرشت میں ہے) میں کفر کی اس حد تک پہنچ چکا ہوں کہ اب میرا مسلمان ہونا غیر ممکن ہے۔

(۲۸۱)

ہر چند کہ دل بوصل شاداں کردیم   دیدیم کہ خاطرت پریشاں کردیم
خوش باش کہ باخودے بہجراں کردیم   بر خود دشوار بر تو آساں کردیم

ہر چند ہم نے تیرے وصل سے دل خوش کر لیا مگر پھر دیکھا کہ ہم نے تیرا دل پریشان کر دیا۔ تو خوش رہ کیونکہ ہم ہجر کے خوگر ہو گئے ہیں اور اپنے لیے مشکل اور تیرے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔

(۲۸۲)

یادت کنم ار شاد و گر غمگینم   نامت ببرم ار بخیزم اگر بنشینم
باعشق تو خوکردہ ام اے دوست چنانک   در ہر چہ نظر کنم ترا می بینم

میں خوش و خرم ہوں یا غمگین بہر حال تجھی کو یاد کرتا ہوں اور اٹھتے بیٹھتے تیرا ہی نام لیتا ہوں اے دوست! میں تیرے عشق کا اس قدر خوگر ہو گیا ہوں کہ جس چیز میں نظر کرتا ہوں تجھی کو دیکھتا ہوں۔

(٢٨٣)

هر چند گہے ز عشق بیگانہ شویم — با عافیت کنشت ہم خانہ شویم
ناگاہ پری رخے بمن برگذرد — برگردم ازاں حدیث و دیوانہ شویم

ہر چند کبھی ہم عشق سے بیگانہ ہو جاتے ہیں اور عبادت خانہ کی عافیت پسندی اختیار کر لیتے ہیں ناگاہ کوئی پری رخ سامنے سے گزر جاتا ہے۔ (یعنی تجلی الٰہی نظر آجاتی ہے) ۔ اور ہم اس بات سے درگزر کر کے پھر دیوانہ بن جاتے ہیں۔

(٢٨٤)

در مصطبہا دردکشاں ما باشیم — بدنامی ہا را نام و نشاں ما باشیم
از بدتر ازانکہ توشاں می بینی — چوں نیک ببینی بتر ازشاں ما باشیم

شراب خانوں میں تلچھٹ پینے والے ہم ہیں اور بدنامیوں کے نام و نشان ہم ہیں۔ جن برے لوگوں کو تو دیکھ رہا ہے اگر غور سے دیکھے تو ہم ان سے بھی زیادہ برے ہیں۔

(٢٨٥)

اندر طلب یار چو پروانہ شدیم — اوّل قدم از وجود بیگانہ شدیم
او علم ہمی شنید لب بر بستیم — او عقل ہمی خرید دیوانہ شدیم

میں یار کی آرزو میں پروانہ بن گیا اور پہلے ہی قدم پر اپنے وجود سے بیگانہ بن گیا۔ وہ علم نہیں سنتا تھا اس لیے میں نے لب بند کر لئے۔ اور وہ عقل کا خریدار نہ تھا لہٰذا میں دیوانہ ہو گیا (عشق میں علم و عقل کو خیرباد کہہ دیا)

(۲۸۶)

اندوہ تو از دل حزیں مے ورزدم امنت زبان آں داہیں مے ورزدم
می نالم و قفل بردہاں مے فگنم می گریم و خون در آستیں مے ورزدم

تیرے غم عشق کو میں دل حزیں سے پوشیدہ رکھتا ہوں اور تیرا نام نہ جانے کس کی زبان سے چھپاتا ہوں۔ میں روتا ہوں مگر منہ پر قفل لگا لیتا ہوں میں گریہ و زاری کرتا ہوں مگر خون کو آستین میں چھپا لیتا ہوں۔

(۲۸۷)

غمناکم و از در تو با غم نروم جز شاد و امیدوار و خرم نروم
از درگہ ہمچو تو کریمے ہرگز نومید کسے نرفت و من ہم نروم

میں غمناک تو ہوں مگر تیرے دروازہ سے غمگین نہ جاؤں گا خوش خرم اور امیدوار رحمت ہونے کے سوا یہاں سے نہ جاؤں گا۔ تیرے ایسے کریم کی بارگاہ سے نہ تو کوئی مایوس و نومید گیا ہے اور نہ ہی میں جاؤں گا۔

(۲۸۸)

ببرید ز من نگار ہم خانگیم بدرید ز من لباس فرزانگیم
مجنوں بہ نصیحت دلم مے آید بنگر کہ کجا رسید دیوانگیم

میرے محبوب نے میرے ساتھ رہنا چھوڑ دیا اور میرا دانائی کا لباس چاک چاک ہو گیا۔ اب مجنوں میرے دل کو نصیحت کرنے کے لئے آتا ہے تو دیکھ کہ میری دیوانگی کہاں تک پہنچ گئی ہے۔

(۲۸۹)

از عشق تو اے نگار اندر نارم می سوزم و می سازم و دم بر نارم
تا دست بگردن تو اندر نارم آغشتہ بخوں چو دانہ اندر نارم

اے محبوب میں تیرے عشق کی وجہ سے آگ میں پڑا ہوں، جلتا ہوں،
صبر کرتا ہوں اور دم نہیں مار سکتا۔ جب تک اپنا ہاتھ تیری گردن میں
نہ ڈالونگا انار دانہ کی طرح آغشتہ بخون رہونگا۔

(۲۹۰)

ما طیّ بساط ملک ہستی کردیم بے نقص خودی خدا پرستی کردیم
بر ما مے وصل نیک مے پیوندد تف بر رخ کہ زود مستی کردیم

ہم نے ملک ہستی کی بساط کو لپیٹ دیا اور خودی کے نقص کے بغیر
خداپرستی کی ہم کو شراب وصل خوب پلاتے رہے مگر افسوس اس بات پر
ہے کہ ہم جلدی مدہوش و سرمست ہوگئے۔

(۲۹۱)

گر خلق چنانکہ من منم دانندم ہمچوں سگ از در بدر رانندم
ور زانکہ درون برون بگردانندم مستوجب آنم کہ بسوزانندم

مستوجب۔ سزاوار ؛

اگر لوگ جیسا کہ میں ہوں مجھے جان لیں تو کتے کی طرح مجھے اپنے
دروازہ سے دھتکار دیں اور اگر الٹ پلٹ کر میرے ظاہر و باطن کو دیکھ
لیں تو میں اس بات کا سزاوار ہوں کہ مجھے جلادیں۔

(۲۹۲)

یارب زگناہ زشت خود منفعلم　　وز قول بد و فعل بد خود خجلم
فیضے بدلم ز عالم قدس رساں　　تا محو شود خیال باطل ز دلم

اے پروردگار! میں اپنے برے گناہوں سے شرمسار و نادم ہوں اور اپنے برے اقوال و افعال سے شرمندہ ہوں تو عالم قدس سے میرے دل پہ کوئی فیض بھیج تاکہ میرے دل سے خیال باطل محو ہو جائے۔

(۲۹۳)

ہرگز نبود شکست کس مقصودم　　آزردہ نشد ز من دلے تا بودم
صد شکر کہ چشم عیب بینم کوراست　　شادم کہ حسود نیستم محسودم

کسی کو تکلیف دینا ہرگز میرا مقصود نہیں اور کبھی کبھی مجھ سے کسی کا دل آزردہ نہیں ہوا صد شکر کہ میری عیب بیں آنکھ اندھی ہے اور میں خوش ہوں کہ حاسد نہیں بلکہ محسود ہوں۔

(۲۹۴)

از بیم رقیب طوف کویت نکنم　　وز طعنۂ خلق گفتگویت نکنم
لب بندم و از پائے نشینم۔ امّا　　این نتوانم کہ آرزویت نکنم

رقیب کے خوف سے میں تیرے کوچہ کا طواف نہیں کرتا اور لوگوں کے طعنہ کے ڈر سے تیرا ذکر نہیں کرتا، میں خاموشی اور سکون اختیار کر لیتا ہوں لیکن یہ غیر ممکن ہے کہ تیری آرزو بھی نہ کروں۔

لب بستن۔ خاموشی اختیار کرنا ؎

(۲۹۵)

چوں دائرہ ما ز پوست پوشان تو ایم در سلسلۂ حلقہ بگوشان تو ایم
گر بنوازی ز جاں فروشان تو ایم ور ننوازی ہم از خموشان تو ایم

ہم دائرہ کی طرح تیرے پوستین پوشوں میں سے ہیں اور تیرے اطاعت گزار حلقہ بگوشوں کے سلسلہ میں سے ہیں اگر تو نوازش کرے تو تیرے جاں نثاروں میں سے ہیں اور اگر لطف و نوازش نہ کرے تو بھی تیرے ہی خموش رہنے والوں میں سے ہیں۔

(۲۹۶)

ہر چند بصورت از تو دور افتادم زنہار مبر ظن کہ شدی از یادم
درکوئے وفائے تو اگر خاک شوم زانجا نتواند کہ رباید بادم

اگرچہ بظاہر میں تجھ سے دور پڑا ہوں لیکن ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ تو مجھکو یاد نہیں ہے۔ اگر میں تیری وفا کے کوچہ میں خاک بھی ہو جاؤں تو ہوا مجھے وہاں سے اڑا کر نہیں لیجا سکتی۔

(۲۹۷)

یک جو ز اباام نداریم و خوشیم گر چاشت بود شام نداریم و خوشیم
چوں پختہ بما میرسد از عالم غیب از کس طمع خام نداریم و خوشیم

ہم محتاج زندگی میں سے ہمارے پاس ایک جَو بھی نہیں اور ہم خوش ہیں اگر صبح کا کھانا ہمارے پاس ہو اور شام کا نہ ہو تو پھر بھی خوش ہیں۔ چونکہ عالم غیب سے ہمیں پکی پکائی مل جاتی ہے لہذا ہم کسی سے طمع خام نہیں

رکھتے اور خوش ہیں۔

۲۹۸

چوں عود نبود چوب بید آوردم　　روئے سیہ و موئے سپید آوردم
تو گفتی کہ نا امیدی کفر است　　بر قول تو رفتم و امید آوردم

چونکہ عود نہ تھا۔ اس لیئے میں بید ہی کی لکڑی لے آیا اور سیاہ چہرہ اور سفید بال لے آیا۔ تو نے خود کہا تھا کہ نا امیدی کفر ہے میں تیرے قول پر عمل کرتے ہوئے امید لایا ہوں۔

(۲۹۹)

گر پارہ کنی مرا ز سر تا بہ قدم　　موجود شوم ز عشق تو من ز عدم
جانے دارم ز عشق تو کردہ رقم　　خواہیش بشادی کش و خواہیش بغم

اگر تو مجھے سر سے لے کر پاؤں تک ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو میں تیرے عشق کی بدولت عدم سے موجود ہو جاؤں۔ میں ایسی جان رکھتا ہوں جس پر تیرے عشق کی تحریر ہے خواہ تو اس کو خوشی کے ساتھ مار دے۔ خواہ غم کے ساتھ۔

(۳۰۰)

بے روئے تو رائے استقامت نہ کنم　　کس را ہوائے تو ملامت نہ کنم
در جستن وصل تو اقامت نہ کنم　　از عشق تو توبہ تا قیامت نہ کنم

استقامت۔ ٹھہرنا ٭ اقامت۔ قیام کرنا ٭

تیرے دیدار کے بغیر ٹھہرنے کا ارادہ نہ کرونگا اور تیری محبت میں کسی

کو ملامت نہ کرونگا۔ تیرے وصل کی جستجو میں کہیں قیام نہ کرونگا اور تاقیامت
تیرے عشق سے توبہ نہ کرونگا۔

(۳۰۱)

با جز بغم عشق تو سر نفرازیم — تا سر داریم در غمت در بازیم
گر تو سر ما بے سر و ساماں داری — ما ہم و سرے در قدمت اندازیم

ہم تیرے عشق کے بغیر سر بلند نہیں کرینگے۔ جب تک سر ہے اس کو تیرے
عشق میں قربان کرتے رہیں گے۔ اگر تو ہم بینواؤں کا خیال رکھتا ہے تو ہم
اپنا سر تیرے قدموں پر نثار کر دینگے۔

(۳۰۲)

در کوے تو سر در سر خنجر بنہیم — چوں مہرہ جاں عشق تو در بر بنہیم
تا مردم اگر عشق تو از دل بہ کنیم — سودائے تو کافرم گر از سر بنہیم

تیرے کوچے میں سر اوک خنجر پر رکھ دونگا اور مہرہ جان کی طرح تیرا عشق
سینے میں رکھونگا۔ اگر تیری محبت کو دل سے نکالوں تو نامرد ہونگا اور اگر تیرے
جنون کو سر سے باہر کر دوں تو کافر ہونگا۔

(۳۰۳)

من لائق عشق و درد عشق تو نیم — زنہار کہ ہم نبرد عشق تو نیم
چوں آتش عشق تو بر آرد شعلہ — من دانم و من کہ مرد عشق تو نیم

میں تیرے عشق اور درد عشق کے قابل نہیں ہوں اور ہرگز تیرے عشق
کا حریف نہیں۔ جب تیرے عشق کی آگ شعلہ خیز ہوتی ہے تو میں ہی جانتا

ہوں کہ تیرے عشق کا مرد میدان نہیں ہوں۔

(۳۰۴)

عشق تو خاص و عام پنہاں چہ کنم   دردے کہ ز حد گذشت درماں چہ کنم
خواہم کہ دلم بدیگرے میل کند   من خواہم و دل نخواہد ایں را چہ کنم

تیرے عشق کو خاص و عام سے پوشیدہ کیا کروں جو درد حد سے گزر چکا ہے اس کا علاج کیا کروں میں چاہتا ہوں کہ میرا دل کسی دوسرے کی طرف مائل ہو جائے مگر میری خواہش کے باوجود دل نہیں چاہتا۔ تو میں کیا کروں۔

(۳۰۵)

دارم ز خدا خواہش جنات نعیم   زاہد بہ ثواب و من بامید عظیم
من دست تہی میروم او تحفہ بدست   تا زیں دو کدام خوش کند طبع کریم

میں خدا تعالیٰ سے جنت النعیم کا خواہاں ہوں۔ زاہد تو اپنے ثواب کے عوض جنت کا طالب ہے اور اس کی شان مغفرت کی امید عظیم کی بدولت اس کا آرزو مند ہوں میں خالی ہاتھ جا رہا ہوں اور وہ (زاہد) ہاتھ میں تحفہ لیئے ہوئے ہے۔ دیکھیں ان دونوں میں سے اس سخی طبیعت کو کون خوش کرتا ہے۔

(۳۰۶)

ما در رہ سودائے تو منزل کردیم   سوزیست مرا کہ آتش بہ دل کردیم
در شہر مرا میان چشم مے خوانند   نیکو نامی ز عشق حاصل کردیم

ہم نے تیرے جنونِ عشق کے راستے میں ڈیرے جمالئے ہیں ۔ اور مجھے ایسا ایسا سوز حاصل ہے کہ جس نے دل میں آگ لگا رکھی ہے شہر میں لوگ مجھے آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں میں نے یہ نام نیک عشق ہی کی بدولت حاصل کیا ہے ۔

(۳۰۷)

جہدے بکنم کہ دل ز جاں برگیرم — راہ سر کوئے دلستاں برگیرم
چوں پردہ میان دل و دلدار منم — برخیزم و خود را ز میاں برگیرم

میں کوشش کرتا ہوں کہ دل کو جان سے ہٹالوں اور محبوب کے کوچے کا راستہ لوں چونکہ دل اور دلدار کے مابین میں ہی پردہ ہوں لہذا میں اٹھتا ہوں اور اپنے آپ کو درمیان سے اٹھا لیتا ہوں ۔

(۳۰۸)

سرمایۂ غم ز دست آساں ندہم — دل برنکنم ز دوست تا جاں ندہم
از دوست بیادگار دردے دارم — آں درد بصد ہزار درماں ندہم

میں غمِ عشق کا سرمایہ آسانی سے ہاتھ سے نہیں دونگا ۔ اور جب تک جان نہ چلی جائے محبوب سے دل نہ ہٹاؤں گا ۔ دوست کی یادگار میرے پاس ایک درد ہی ہے لہذا میں اس درد کو ہزارہا علاج کے عوض بھی نہیں دونگا ۔



(۳۰۹)

یارب زکمال لطف خاصم گرداں واقف بحقائق خواصم گرداں
از عشق جفا کار دل افگار شدم دیوانہ خود کن و خلاصم گرداں

اے پروردگار! کمال مہربانی سے مجھ کو اپنا خاص مقرب بنا لے اور اپنے خاص بندوں کے حقائق سے آگاہ کر دے میں عشق جفا کار کے ہاتھوں دل فگار ہوں لہٰذا اپنا دیوانہ بنا کر مجھے اس کے پنجے سے آزاد کر دے۔

(۳۱۰)

یارب تو مرا بیار دمساز رساں آوارۂ درد من ہم آواز رساں
آنکس کہ من از فراق او غمگینم اورا بمن و مرا باو باز رساں

اے پروردگار! تو مجھ کو یار دمساز تک پہنچا دے اور میرے درد کا آوازہ اور میری آواز بھی اس تک پہنچا دے جس شخص کے فراق میں میں غمگین ہو رہا ہوں اس کو مجھ تک اور مجھ کو اس تک پہنچا دے۔

(۳۱۱)

فریاد ز سنگ روئی و رنگی شاں در چشم سیاہ و صورت زنگی شاں
از اول شب تا بدم آخر شب اینہا ہمہ در رقص و منم چنگی شاں

زنگی - حبشی ۔ چنگی - سارنگی ۔

ان کے پتھر جیسے چہرے اور رنگ اور سیاہ آنکھ اور حبشی جیسی صورت

سے فریاد ہے۔ اوّل شب سے آخر شب تک یہ تو سب ناچتے رہتے اور میں ان کی سارنگی بجا رہا۔

(۳۱۲)

سجتے نہ کہ با دوست درآمیزم من　　صبرے نہ کہ از عشق بپرہیزم من
دستے نہ کہ با قضا درآویزم من　　پائے نہ کہ از میانہ بگریزم من

نہ میں ایسا خوش قسمت ہوں کہ دوست کے ساتھ اختلاط نصیب ہو نہ اتنا صبر ہے کہ عشق سے پرہیز کروں نہ ایسا ہاتھ ہے کہ قضا و قدر کے ساتھ دست و گریبان ہو سکوں اور نہ ہی پاؤں کہ درمیان سے بھاگ جاؤں۔

(۳۱۳)

اے نالہ گرت دمیست اظہاری کن　　وآں غافل مست را خبرداری کن
اے دست محبت و ولایت بدر آ　　وے باطن شرع مصطفیٰ کاری کن

اے نالہ! اگر تجھ میں دم ہے تو ظاہر کر اور اس غافل مست کو خبردار کر دے اے ولایت و محبت کے ہاتھ! باہر نکل (میری مدد کر) اور اے شرع محمدی کے باطن! کوئی کام کر (بگڑی بنا دے)۔

(۳۱۴)

افتادہ بہم بگوشۂ بیت حزن　　غمہائے جہاں مونس غمخانۂ من
یارب تو بفضل خویش دندان مرا　　بخشائے بروح حضرت اویس قرن

دنیا بھر کے غم جو میرے غمخانہ کے مونس ہیں میرے بیت حزن (غمخانہ) کے گوشہ میں پڑے ہیں۔ اے خدا! اپنے لطف و کرم سے حضرت اویس قرنی

کی روح کی طفیل میرے دانتوں کو نجات دے۔

(۳۱۵)

یارب ز قناعتم توانگر گرداں　　وز نور یقین دلم منور گرداں
آں من سوختہ سرگرداں　　بے منت مخلوق میسر گرداں

اے خدا! تو قناعت سے مجھ کو توانگر بنا دے اور نور یقین سے میرے دل کو منور کر دے۔ مجھ دل سوختہ و سرگرداں کی آرزو بغیر مخلوق کے احسان کے بغیر پوری کر دے۔

(۳۱۶)

رویت دریائے حسن و لعلت مرجانہا　　زلفت عنبر صدف دہنت دندانہا
ابرو کشتی و چین پیشانی موج　　گرداب بلا غبغب و چشمت طوفاں

تیرا چہرہ دریائے حسن اور لعل لب مرجان ہیں تیری زلف عنبر، منہ صدف اور دانت موتی ہیں۔ ابرو کشتی اور پیشانی کی شکن موج ہے۔ اور غبغب گرداب بلا اور آنکھ طوفان ہے۔

(۳۱۷)

تا لعل تو دل فروز خواہد بودن　　کارم ہمہ آہ و سوز خواہد بودن
گفتی کہ بخانہ تو آیم روزے　　آں روز کدام روز خواہد بودن

جب تک تیرا لعل لب دل فروز ہے میرا کام سراسر آہ و نالہ اور سوز و گداز ہے۔ تو نے کہا تھا کہ کسی روز تیرے گھر آؤں گا۔ تو وہ کونسا روز ہوگا۔

(۳۱۸)

جانست وزبانست وزباں دشمن جان ‏ گرجانت بکاراست نگهدار زباں
شیریں سخنی بگفت شاہ سخناں ‏ سربرگ درختست زباں بادخزاں

جان ہے اور زبان ہے اور زبان جان کی دشمن ہے اگر تجھے جان کی ضرورت ہے تو زبان کی نگہداشت کر۔ شاہ سخن نے کیا ہی شیریں بات کہی ہے کہ سر درخت کا پتہ اور زبان بادخزاں ہے۔

(۳۱۹)

ہستی بصفاتے کہ در وبود نہان ‏ دارد سریاں در ہمہ اعیان جہان
ہر وصف علیٰ کہ بود قابل آں ‏ برقدر قبول عین گشتست عیان

ہستی مطلق ان صفات کے ساتھ جو اس میں پوشیدہ ہیں۔ تمام موجودات جہان میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ ہر وصف جو اس کے قابل ہے اس عین کی قابلیت و استعداد کے مطابق ظاہر ہوا ہے۔

(۳۲۰)

شوریدہ دلے وفتنہ گردوں گردوں ‏ گریاں چشمے واشک جیحوں جیحوں
کاہیدہ تنے وشعلہ خرمن خرمن ‏ ہر شعلہ زکوہ قاف افزوں افزوں

ایک شوریدہ دل ہے اور اس کے لئے آسمانوں کے روتے ہیں۔ ایک رونے والی آنکھ ہے اور آنسوؤں کے دریاؤں کے دریا ہیں ایک ضعیف وناتواں جسم ہے اور شعلوں کے کھلیان کے کھلیان ہیں جن میں سے ہر ایک شعلہ کوہ قاف سے بھی بڑا ہے۔

(۳۲۱)

رخسار تو بے نقاب دیدن نتوان   دیدار تو بے حجاب دیدن نتوان
تا دام کہ در کمال اشراق بود   سر چشمہ آفتاب دیدن نتوان

تیرے چہرے کو بے نقاب نہیں دیکھ سکتے۔ اور تیرا دیدار بے حجاب نہیں دیکھ سکتے جب تک پوری آب و تاب میں ہو۔ سر چشمۂ آفتاب کو نہیں دیکھ سکتے۔

(۳۲۲)

در درگہ ما دوستی یک دلہ کن   ہر چیز کہ غیر ماست آنرا یلہ کن
یک صبح باخلاص بیا بر در ما   گر کار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

ہماری درگاہ میں یکسوئی و یک دلی کے ساتھ دوستی کر۔ اور جو چیز ہماری بجز ہے اس کو ترک کر دے۔ ایک صبح تو خلوص و صدق کے ساتھ ہمارے دروازے پر آ جا۔ اگر پھر بھی تیرا کام نہ بنے۔ تو گلہ و شکایت کر۔

(۳۲۳)

فریاد ز دست فلک پیر دون   کاندر پی من نہ نو بہشت و نہ کہن
با اینہمہ نیز شکرے باید کرد   گر زیں بترم کند کہ گوید کہ مکن

اس بوڑھے آسمان کے ہاتھوں فریاد ہے کہ اس نے نہ میرے پاس کوئی نئی چیز چھوڑی نہ پرانی۔ اس پر بھی شکر کرنا چاہئے کیونکہ اگر وہ مجھے اس سے بھی بدتر کر دے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نہ کر۔

(۳۲۴)

بحر لیست وجود جاوداں موجزناں زاں بحر ندیدہ غیر موج اہل جہاں
از باطن بحر موج بیں گشتہ عیاں بر ظاہر بحر و بحر در موج زناں

وجود ایک بحر ہے جو ہمیشہ موجزن ہے اہل جہاں نے اس بحر سے موج کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ تو دیکھ کہ بحر کے باطن سے ایک موج بحر کی ظاہری سطح اپر نمودار ہوئی۔ اور بحر موج میں پوشیدہ ہو گیا۔

(۳۲۵)

با گلرخ خویش گفتم اے غنچہ دہاں ہر لحظہ مپوش چہرہ چوں عشوہ دہاں
زد خندہ کہ من بعکس خوبان جہاں در پردہ عیاں باشم و بے پردہ نہاں

میں نے اپنے گل رخسار محبوب سے کہا کہ اے غنچہ دہن! ناز کرنے والوں کی طرح مجھ سے ہر وقت چہرہ نہ چھپا۔ خندہ زن ہو کر کہنے لگا کہ میں خوبان جہاں کے برعکس پردہ میں ظاہر اور بے پردہ پوشیدہ ہوتا ہوں۔

(۳۲۶)

زد شعلہ بدل آتش پنہانی من زاندازہ گذشت محنت جانی من
معذورم اگر سخن پریشاں افتاد معلوم شود مگر پریشانی من

اندرونی آگ نے میرے دل میں شعلہ بھڑ دیا اور میری جان کی تکلیف حد سے متجاوز ہو گئی۔ اگر میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہوں تو معذور

ہوں اور اس سے میری پریشانی معلوم ہوتی ہے -

(۳۲۷)

بنگر بجہاں سرّ الٰہی پنہاں　　چوں آبحیات در سیاہی پنہاں
پیدا آمد ز بحر ماہی انبوہ　　شد بحر ز انبوہی ماہی پنہاں

تو دیکھ! سرّ الٰہی دنیا ہی میں پوشیدہ ہے جس طرح آبحیات سیاہی کے اندر پنہاں ہے - دریا کے اندر ہی سے بکثرت مچھلیاں پیدا ہوئیں اور ان مچھلیوں کی کثرت کی وجہ سے دریا چھپ گیا۔

(۳۲۸)

چوں حق بتفاصیل شئوں گشت عیاں　　مشہود شد ایں عالم پر سود و زیاں
گر باز روند عالم و عالمیاں　　با رتبۂ اجمال حق آیند نہاں

حق تعالیٰ موجودات کی تفصیل کے ساتھ عیاں ہوا تو یہ عالم سود و زیاں کے ساتھ ظاہر ہوا - اگر عالم اور اہل عالم بمجوائے کل شئی یرجع الیٰ اصلہا پھر اپنی اصلیت کی طرف رجوع کریں تو حق تعالیٰ کے مرتبۂ اجمال میں پوشیدہ ہو جائیں -

(۳۲۹)

اے در ہمہ شاں ذات تو پاک از ہمہ شین　　نہ در حق تو کیف توان گفت نہ این
از روئے تعقل ہمہ غیر اند صفات　　با ذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

تیری ذات ہر ایک شان میں تمام عیوب سے پاک ہے اور تیرے متعلق ایسا اور ویسا نہیں کہہ سکتے - یعنی تیری کنہ ذات تک پہنچنا غیر ممکن ہے -

عقلاً تمام صفات تیری ذات سے جدا ہیں۔ لیکن از روئے تحقیق (وہ صفات) عین ذات ہیں۔

(۳۳۰)

دنیا گذراں، محنت دنیا گذراں ۔ لے سیر بدرالی ماندہ نے پسراں
تا بتوانی عمر بطاعت گذراں ۔ بنگر کہ فلک چہ میکند با دگراں

دنیا فانی ہے اور دنیا کی تکلیف و محنت بھی فانی ہے نہ تو وہ اسلاف پر رہی ہے اور نہ ہی اخلاف پر رہے گی۔ جہاں تک ممکن ہو عبادت میں زندگی بسر کر اور دیکھ کہ دوسروں سے ساتھ اس آسمان نے کیا کیا (یعنی ان کے حالات سے عبرت حاصل کر)۔

(۳۳۱)

گر سقف سپہر گردد آئینہ چنین ۔ ور تختۂ فولاد شود روئے زمین
از روزئے تو کم نشود دال بہ یقین ۔ میدان کہ چنین ست چنین است چنین

اگر آسمان کی چھت آئینہ چینی بن جائے اور روئے زمین تختۂ فولاد ہو جائے (یعنی حصول روزی کے تمام ظاہری وسائل مفقود ہو جائیں۔ تو یقین رکھ کہ تیری روزی سے کچھ کم نہ ہو گا۔ بلا شک و شبہ ایسا ہی ہو گا۔

(۳۳۲)

درویشی کن و قصد در شاہ مکن ۔ وز دامن فقر دست کوتاہ مکن
اندر دہن مار شود دال بجوئے ۔ در چاہ نشین و طلب جاہ مکن

تو درویشی کر اور بادشاہ کے دروازے کا ارادہ نہ کر اور دامنِ فقر
کو ہاتھ سے نہ چھوڑ۔ سانپ کے منہ میں چلا جا اور وہاں کی جستجو نہ کر۔
کنوئیں میں بیٹھ جا مگر جاہ و منصب کا خواستگار نہ ہو۔

(۳۴۳)

اے زلفِ مسلسلت بلائے دلِ من　　وے لعلِ لبت گرہ کشائے دلِ من
من دل نہ ہم ولے ورائے دلِ تو　　تو دل نہ ہی اگر ورائے دلِ من

تیری زلف دراز میرے دل کے لئے بلا ہے اور تیرا لعل لب میرے
دل کی گرہ کھولنے والا ہے اگر تو میرے دل کے سوا اور کسی کو دل نہ دے
تو میں تیرے دل کے سوا اور کسی کو دل نہ دونگا۔

(۳۴۴)

بر گوشِ دلم زغیب آواز رساں　　مرغِ دلِ خستہ را بپرواز رساں
یارب کہ بدوستیٔ مردان رہت　　ایں گمشدۂ مرا بمن باز رساں

میرے گوشِ دل میں غیب سے آواز پہنچا اور مرغِ دلِ خستہ کو پرواز
کی طاقت مرحمت فرما۔ اے پروردگار! اپنے اہل طریقت کی دوستی کے طفیل
میرے اس گمشدہ کو پھر مجھ تک پہنچا دے۔

(۳۴۵)

اے خالقِ ذوالجلال و حق رحمٰن　　سازندۂ کارہائے بے سامانان
خصمان مرا مطیعِ من مے گرداں　　بے رحماں را رحیمِ من مے گرداں

اے خالق ذوالجلال اور اے خدائے رحیم! اے بے سروسامان

لوگوں کی بگڑی بنانے والے! تو میرے دشمنوں کو میرا مطیع اور بے رحموں
کو مہربان و رحیم بنا دے۔

(۳۳۶)

اے چشم من از دیدن رویت روشن   از دیدن رویت شدہ خرم دل من
رویت شدہ گل خرم و خنداں گشتہ   روشن مہ من گشتہ ز رویت دل من

میری آنکھ تیرے دیدار سے روشن اور میرا دل تیرے چہرے کے نظارے
سے خوش و خرم ہو گیا۔ تیرا چہرہ پھول بن کر خرم و خنداں ہو گیا ہے اور اے
میرے چاند! میرا دل تیرے چہرے کو دیکھ کر روشن ہو گیا ہے۔

(۳۳۷)

در راہ یگانگی نہ کفر است و نہ دین   یک گام ز خود برون نہ و راہ ببین
ای جان جہاں تو راہ اسلام گزین   با مار سیہ نشین و با خود منشین

وحدت و یگانگت کی راہ میں نہ کفر ہے نہ دین۔ تو اپنی خودی سے
ایک قدم باہر رکھ اور راستہ دیکھ لے۔ اے جان جہاں! تو مذہب اسلام
اختیار کر اور مار سیاہ کے ساتھ بیٹھنا گوارا کر لے مگر خودی کے ساتھ نہ بیٹھ
(کیونکہ ترک خودی ہی اسلام یعنی دین حق ہے)۔

(۳۳۸)

شد دیدہ بعشق رہنمون دل من   تا کرد چہا ز غصہ درون دل من
زنہار دلم اگر ستانند بود بہ   از دیدہ طلب کنند خون دل من

میری آنکھ عشق میں دل کی راہنما ہو گئی یہاں تک کہ اس نے میرے

دل کو غم و غصہ سے لبریز کر دیا۔ اب اگر کسی دن میرا دل نہ رہا تو آنکھ
سے میرے دل کا خون طلب کریں گے۔ کیونکہ ؎

اگر چشمم نہ بیند روئے زیبا — چہ داند دل کہ خوباں در کجایند

(۳۳۹)

از ساحت دل غبار کثرت رُفتن — بہ زانکہ بہرزہ دُر وحدت سفتن
مغرور سخن مشو کہ توحید خدا — واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

دل کے میدان کو غبار کثرت سے صاف کرنا۔ بیہودہ وحدت کے موتی پرونے (مسئلہ توحید پر فصیح و بلیغ تقریر کرنے) سے بہتر ہے۔ تو کلام پر مغرور نہ ہو کیونکہ توحید الٰہی واحد دیکھنا ہے نہ واحد کہنا ؎

قال را بگذار مرد حال شو

(۳۴۰)

دارم المی ز چرخ چنداں چنداں — کز گریہ تواں گفت نہ خنداں خنداں
دُرّ و گہرم جملہ بتاراج برفت — واں دُرّ و گہر چہ بود دنداں دنداں

آسمان کے ہاتھوں مجھے ایسی تکلیف ہے کہ رو رو کر بیان ہو سکتی ہے نہ ہنس ہنس کر۔ میرے تمام دُرّ و گہر برباد ہو گئے۔ وہ دُرّ و گہر کیا تھے؟ محض دانت ہی دانت۔

(۳۴۱)

اے آنکہ تراست عار از دیدن من — حیرت باشد بجائے جاں در تن من
آں دست نگار بستہ خواہم کہ کشے — با خون ہزار کشتہ در گردن من

تجھے تو میرے دیکھنے سے ننگ و عار ہے لیکن تیری محبت میرے جسم میں جان کی مانند ہے۔ اس رنگین ہاتھ کو جو ہزار شہیدوں کے خون سے رنگا ہوا ہے اپنی گردن میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

(نگار بستن - مہندی لگانا)۔

(۳۴/۳)

یارب نظرے برمن سرگرداں کن	لطفی بمن دل شدہ حیراں کن

بامن مکن آنچہ من سزائے آنم	آنچہ از کرم و لطف تو آید آں کن

اے پروردگار! مجھ سرگرداں کے حال پر نظر عنایت کر اور مجھ دلدادہ و حیران پر رحم و شفقت فرما۔ میرے ساتھ وہ سلوک نہ کر جس کا میں سزاوار ہوں۔ (یعنی سیئات اعمال کو مد نظر رکھتے ہوئے عذاب میں مبتلا نہ کر) بلکہ جو کچھ تیرے لطف و کرم کا تقاضا ہے وہ کر (یعنی عفو و در گزر)۔

(۳۴/۴)

سہل است مرا بسر خنجر بودن	یا بہر مراد خویش بے سر بودن

تو آمدہ کہ کافرے را بکشی	غازی چو توئی خوشست کافر بودن

میرے لیے خنجر کی نوک پر ہونا یا اپنی مراد کی خاطر سر کٹا دینا آسان ہے تو اس لیے آیا ہے کہ کسی کافر کو قتل کرے۔ جب تیرے جیسا غازی ہو تو کافر ہونا بھی بہتر ہے۔

(۳۴۴)

در راہِ خدا حجاب شد یک سو زن رو جملۂ کارِ خویش را یکسو زن
درماندۂ نفسِ خویش گشتی و مرا یکسو غمِ مال و دختر و یکسو زن

راہ خدا میں ایک سوئی حجاب ہو گئی - تو جا اور اپنے تمام کام ایک طرف کر دے (چھوڑ دے) - تو تو اپنے نفس کے ہاتھوں عاجز اور درماندہ ہو رہا ہے اور مجھ کو ایک طرف مال اور اولاد کا غم ہے تو دوسری طرف بیوی کا خیال -

(۳۴۵)

اے غم! گذرے بکوئے بدناماں کن فکرِ من سرگشتہ بے ساماں کن
زاں ساغرِ لبریز کہ پُر شد ز غمت یک جرعہ بکارِ بے سرانجاماں کن

اے غم! ایک دفعہ بدناموں کے (ہمارے) کوچے میں آ اور مجھ سرگشتہ و بے سر و سامان کی کچھ فکر کر اس بھرے ہوئے جام سے جو غم کی شراب سے لبریز ہے ایک گھونٹ بے سرانجاموں کو بھی پلا دے -

(۳۴۶)

اے شمع چو ابر گریہ و زاری کن وے آہ جگر سوز سیہ داری کن
چوں بہرۂ وصل او نداری اے دل و نداں بجگر نہ و جگر داری کن

سیہ داری - سیہ پوشی، ماتم داری ؎

اے شمع! تو ابر کی مانند گریہ وزاری کر اور اے آہ جگر سوز! سیہ داری کر - اے دل! جب تو اس کے وصل سے بہرہ ور نہیں تو جگر میں

دانت گڑ ودے اور جگر کو چبا ڈال۔

(۳۴۷)

خواہی کہ کسے شوی ز ہستی کم کن   ناخوردہ شراب وصل مستی کم کن
با زلف بتاں دراز دستی کم کن   بت را چہ گنہ تو بت پرستی کم کن

اگر تو چاہتا ہے کہ کچھ بن جائے تو اپنی ہستی کو مٹا دے۔ شراب وصل پیے
بغیر مستی نہ کر اور بتوں کی زلف کے ساتھ دراز دستی نہ کر۔ بت کا کیا قصور ہے
تو بت پرستی نہ کر۔

(۳۴۸)

رفتم بہ طبیب و گفتم از درد نہاں   گفتا کہ ز غیر دوست بربند زباں
گفتم کہ غذا؟ گفت ہمیں خون جگر   گفتم پرہیز؟ گفت از ہر دو جہاں

میں طبیب کے پاس گیا اور اس کو پوشیدہ درد کا حال سنایا۔ اس
نے کہا کہ دوست کے سوا اوروں کے ذکر سے زبان بند کر لے۔ میں کہا غذا
کیا کھاؤں؟ کہا یہی خون جگر۔ میں نے کہا پرہیز کن چیزوں سے کروں؟
جواب دیا۔ دونوں جہان سے۔

(۳۴۹)

آں دوست کہ مست عشق او دشمن جان   بر باد ہمی دہد غمش خرمن جان
من در طلبش دربدر و کوی بکوئے   او در دل و دست کردہ در گردن جان

وہ دوست جس کی شراب عشق کا سرشار اپنی جان کا دشمن ہوتا ہے اور جس
کا درد خرمن جان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ میں اس کی آرزو میں دربدر

اور کوچہ بکوچہ پھر رہا ہوں اور وہ میرے دل میں اور ہاتھ جان کی گردن میں ڈالے ہوئے ہے۔

(۳۵۰)

اے عشق تو مایہ جنون دل من حسن رخ تو ریختہ خون دل من
من دانم و دل کہ در وصالت چونم کس را چہ خبر ز اندرون دل من

تیرا عشق میرے دل کے جنون کا سرمایہ ہے اور تیرے چہرے کے حسن نے میرے کا خون بہاد یا ہے۔ مجکو اور میرے دل ہی کو معلوم ہے کہ تیرے وصل میں کیسی گذر رہی ہے کسی کو میرے باطن کی کیا خبر ہے۔

(۳۵۱)

بگریختم از عشق تو اے سیمیں تن باشد کہ ز غم باز رہم مسکین من
عشق آمد و از نیم رہم باز آورد مانندہ خونیاں رسن در گردن من

اے سیمیں تن! میں تیرے عشق سے بھاگا اس خیال سے کہ شاید میں بیچارہ تیرے غم سے آزاد ہو جاؤں عشق آیا اور خونیوں کے مانند میری گردن میں رسی ڈالے ہوئے مجھے آدھے راستہ سے واپس لے آیا۔

(۳۵۲)

عشق آں صفتی نیست کہ بتواں گفتن وین دُر بسبر الماس نشاید سفتن
سوداست کہ میزنم واللہ کہ عشق بگر آمد و بکہ ہم بجو اہد رفتن

عشق وہ صفت نہیں جو لفظوں میں ادا کی جاسکے اور یہ موتی ہیرے کی نوک سے نہیں بیدھا جاتا۔ میں بکواس کر رہا ہوں۔ ورنہ عشق اچھوتا

آیا ہے اور اچھوتا ہی جائے گا۔

و

(۳۵۳)

مارا نبود دلے کہ کار آید ازو | جز نالہ کہ ہر دمے ہزار آید ازو
چنداں گریم کہ کوچہا گل گردد | نے زوید و نالہائے زار آید ازو

ہمارے پاس ایسا دل نہیں کہ اس سے کوئی کام ہو سکے نالہ کے سوا جو ہر لحظہ وہ ہزار کرتا ہے۔ میں اس قدر روتا ہوں کہ گلیاں کیچڑ ہو جاتی ہیں۔ اس کیچڑ سے بانس اگتے ہیں اور اس بانس کی بنی ہوئی بانسری سے نالۂ زار پیدا ہوتا ہے۔

(۳۵۴)

شبہائے دراز اے دریغا بے تو | درد و فراق اے دریغا بے تو
تو خفتہ بناز اے دریغا بے تو | من در تب و تاب اے دریغا بے تو

افسوس کہ تیرے بغیر دراز راتیں ہجر میں گذرتی ہیں اور فراق اور درد میں تیرے بغیر وقت بسر ہوتا ہے تو ناز سے پڑا سوتا ہے مگر افسوس کہ میں تیرے ہجر میں تب و تاب میں مبتلا ہوں۔

(۳۵۵)

سودائے سر بے سر و ساماں یکسو | بی مہری چرخ دور گرداں یکسو
اندیشۂ خاطر پریشاں یکسو | اینہا ہمہ یکسو غم جاناں یکسو

ایک طرف بے سروسامان سر کا سودا و جنون ہے ایک طرف آسمان گردان کی بے مہری و بے مروّتی ہے اور ایک طرف خاطر پریشان کے تفکرات ہیں یہ سب ایک طرف ہیں اور غم معشوق ایک طرف۔

(۳۵۶)

اے دل چو فراق یار دیدی خوں شو　　وی دیدہ موافقت بکن جیحوں شو
اے جان تو عزیز تر نہٖ از یارم　　بے یار نخواہمت ز تن بیروں شو

اے دل! جب تو نے فراق یار دیکھا ہے تو خون ہو جا اور اے آنکھ تو بھی اس کی موافقت کر۔ اور جیحوں بن جا۔ اے جان تو میرے یار سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ یار کے بغیر میں تجکو بھی نہیں چاہتا۔ تن سے باہر ہو جا۔

(۳۵۷)

اے آمدہ کار من بجاں از غم تو　　تنگ آمدہ ہر دلم جہاں از غم تو
ہاں اے دل و دیدہ تا بسر بر نکنم　　خاک ہمہ دشت خاوراں از غم تو

تیرے غم عشق کی وجہ سے میری جان پر بن رہی ہے اور دنیا میرے دل پر تنگ ہو رہی ہے ہاں اے دل اور اے آنکھ! اپنا کام بدستور کئے جاؤ جب تک میں تمام دشت خاوراں کی خاک سر پر نہ ڈال لوں۔

(۳۵۸)

ہاں یاراں ہوئے ہا چو انہر واں شو　　مردی کنی و نگاہدار ی سر کو
گر تیر جہاں رسد کہ پشتگا فذ موٗ　　ہاں پیکہ ز نیک دل نہ گردانی رو

ہاں اے یارو! شور و غوغا مچاؤ اور اے جوانمردو! ہو حق کرو مردانگی کرو اور اس کوچہ کی نگہبانی کرو۔ اگر دنیا کا تیر آئے کہ بال کو پھاڑ دے تو پروانہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔

(۳۵۹)

عشقست کہ شیر نر زبوں آید از و   از ہر چہ گماں بری فزوں آید از و
گہ دشمنی کند کہ مہر افزا آید از و   گہ دوستی کہ بوئے خوں آید از و

عشق وہ چیز ہے جس سے شیر نر بھی مغلوب اور ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور جس چیز کا تو گمان کرے عشق اس سے بھی زیادہ ہے کبھی تو عشق ایسی دشمنی کرتا ہے جس سے محبت بڑھ جاتی ہے اور کبھی ایسی دوستی جس سے بوئے خون آتی ہے۔

(۳۶۰)

دورم اگر از سعادت خدمت تو   پیوستہ دل ست آئینہ طلعت تو
از گرمیٔ آفتاب ہجرم چہ غمست   دارم چو پناہ سایۂ دولت تو

اگر چہ ظاہر میں تیری خدمت کی سعادت سے دور ہوں مگر میرا دل ہمیشہ تیرا آئینۂ جمال بنا ہوا ہے مجھکو آفتاب ہجر کی گرمی کا کیا خوف ہے۔ جبکہ میں تیرے سایۂ دولت کی پناہ رکھتا ہوں۔

(۳۶۱)

اے نالۂ پیر خانقاہ از غم تو   وے گریۂ طفل بے گناہ از غم تو
افغان خروش صبحگاہ از غم تو   آہ از غم تو ہزار آہ از غم تو

خانقاہ کے پیر کا نالہ نا بیگناہ بچے کا رونا اور مرغ سحر کی فغان و زاری تیرے ہی غم عشق کی وجہ سے ہے۔ تیرے غم کے ہاتھوں سخت فریاد ہے کہ کسی کو بھی چین سے رہنے نہیں دیتا۔

(۳۶۲)

اے آئینہ را دادہ جلا صورت تو   یک آئینہ کس ندید بے صورت تو
نے نے کہ ز لطف در ہمہ آئینہ ہا   خود آمدہ بدیدن صورت تو

تیری صورت نے آئینہ کو جلا دی ہے کسی نے ایک آئینہ بھی تیری صورت کے بغیر نہیں دیکھا۔ نہیں نہیں بلکہ لطف وکرم سے تمام آئینوں میں تو خود ہی اپنی صورت دیکھنے آیا ہے۔

(آئینہ - مظاہر کونی ہ)

(۳۶۳)

درد دل من دواش نے دانی تو   سوز دل من سزاش می دانی تو
من غرق گنہ پردہ عصیاں در پیش   پنہاں چہ کنم کہ فاش می دانی تو

میرے درد دل کی دوا تو ہی جانتا ہے اور میرے سوز دل کے لائق (علاج) سے تو ہی واقف ہے میں گناہوں میں غرق ہوں اور گناہوں کا پردہ سامنے پڑا ہے۔ پوشیدہ کیا رکھوں تو خود اس سے آگاہ ہے۔

(۳۶۴)

من جی نشوم کہ می بخشائی تو   ہر جا کہ شکستہ ایست آنجائی تو
ما جملہ شکستگان درگاہ تو ایم   در حال شکستگاں چہ فرمائی تو

میں سنتا ہوں کہ تو بخش دیتا ہے اور جہاں کوئی شکستہ خاطر ہے وہاں تو ہے ۔ ہم سب تیری بارگاہ میں شکستہ خاطر ہیں۔ ہم شکستہ حالوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے ۔

(۳۶۵)

اے سبزی سبزۂ بہاراں از تو ۔ سرخی روئے گلعذاراں از تو
آہ دل اشک بیقراراں از تو ۔ فریاد کہ باد از تو باراں از تو

سبزۂ بہار کی سبزی تجھ سے ہے اور پھول جیسے چہرے والوں کی سرخی رخسار تیری ہی ذات سے ہے ۔ بیقراروں کے دل کی آہ اور آنسو تجھ سے ہیں ۔ فریاد کہ ہوا بھی تجھ سے ہے اور بارش بھی تجھ سے ہے (باد و باراں سے آہ و اشک مراد ہیں) ۔

(۳۶۶)

اے پیر و جوان دہر شاد از غم تو ۔ فارغ دل ہیچکس مباد از غم تو
مسکین من بیچارہ درین عالم خاک ۔ سرگردانم چو گرد باد از غم تو

تیرے غم عشق سے زمانہ کے پیر و جوان خرم وا، شاد ہیں (خدا کرے) کسی کا دل تیرے غم سے فارغ نہ ہو ۔ اس عالم خاک میں میں مسکین بیچارہ تیرے غم کی وجہ سے بگولے کی مانند سرگرداں ہوں ۔

(۳۶۷)

اے شعلۂ طور بید نور از تو ۔ ہے مستی ہمچو منصور از تو
ہر شی جہان جہات منشور از تو ۔ سوز از تو مستی از تو مخمور از تو

اے شعلہ نور (محبوب حقیقی) طور تجھ سے پر نور ہے۔ اور منصور تیری (شراب عشق کے) آدھے گھونٹ سے مست و بیخود ہو رہا ہے۔ جہان کی ہر ایک شے اور جہان تجھ سے پیدا ہوا ہیں تجھ سے ہوں اور مست و مخمور بھی تجھ سے ہیں۔

(۳۶۸)

اے کعبہ پرست چیست کین من و تو — صاحب نظرند خوردہ بین من و تو
گر بر سنجند کفر و دین من و تو — دانند نہایت یقین من و تو

اے کعبہ کے پجاری! یہ میرا اور تیرا کینہ کیا ہے ارباب بصیرت مجھ میں اور تجھ میں عیب دیکھتے ہیں۔ اگر میرے اور تیرے کفر و دین کا موازنہ کریں۔ تو میرے اور تیرے ایمان کی انتہا معلوم ہو جائے۔

(۳۶۹)

ابر از دہقاں کہ ژالہ می روید ازو — وشت از مجنوں کہ لالہ می روید ازو
خلد از صوفی و حور عین از زاہد — بنما دلکی کہ نالہ می روید ازو

ابر جس سے اولے پیدا ہوتے ہیں دہقان سے تعلق رکھتا ہے اور دشت جہاں لالہ اگتا ہے مجنوں سے ہے۔ خلد بریں صوفی سے اور حور عین زاہد سے۔ ہماری ملکیت ایک چھوٹا سا دل ہے جس سے نالہ پیدا ہوتا ہے۔

(۳۷۰)

از دیدہ سنگ خون چکاند غم تو — بیگانہ و آشنا ندارد غم تو
در سینہ خورم و بحسرت ہمی نوش کنم — تا آنکہ بکس دگر نماند غم تو

تیرا غم پتھر کی آنکھ سے خون ٹپکاتا ہے اور اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کرتا ہیں درد کھاتا ہوں اور تیرا غم پیتا ہوں تا کہ کسی اور کے لیے تیرا غم نہ رہ جائے۔

(۳۷۱)

جان و دل من فدائے خاک در تو ۔ گر فرمائی بدیدہ آیم بر تو
وصلت گوید کہ تو نداری سر ما ۔ بے سر بادا ہر آنکہ ندارد سر تو

میری جان اور میرا دل تیرے دروازے کی خاک پر فدا ہے اگر تو فرمائے تو میں آنکھوں کے بل تیرے پاس آؤں۔ تیرا وصل کہتا ہے کہ تجکو میری تمنا نہیں وہ بے سر ہو جائے جس کو تیری تمنا ہو۔

(۳۷۲)

اے در دل من اصل تمنا ہمہ تو ۔ وے در سر من مایۂ سودا ہمہ تو
ہر چند بروزگار در می نگرم ۔ امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو

اے محبوب! دراصل میرے دل میں تیری ہی تمنا ہے اور میرے سر میں تیرے ہی عشق و سودا کا سرمایہ ہے جس قدر میں زمانہ پر غور کرتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی سب کچھ تو ہی ہے اور کل بھی تو ہی ہو گا۔

(۳۷۳)

اے شمع دلم قامت سنجیدۂ تو ۔ وصل تو حیات این ستم دیدۂ تو
چون آئینہ پر شد دلم از عکس رخت ۔ سوی تو نگرم ولیک از دیدۂ تو

تیرا قد موزوں میرے دل کے لیے شمع ہے اور تیرا وصل اس ستم

رسیدہ کی زندگی ہے۔ میرا دل آئینہ کی طرح تیرے چہرے کے عکس سے پُر ہو گیا میں تیری طرف دیکھتا ہوں لیکن تیری ہی آنکھ سے دیکھتا ہوں۔

(۳۷۴)

زلفش بکشی شب دراز آید ازو ور بگذاری چنگل باز آید ازو
ور پیچ و خمش ز یک دگر باز کنی عالم عالم مشک فراز آید ازو

اگر تو اس کی زلف کو کھینچے تو شب دراز پیدا ہو گی۔ اور اگر چھوڑ دے تو پنجۂ باز کی مانند ہو جائے گی۔ اگر تو اس کے پیچ و خم ایک دوسرے سے الگ الگ کھول دے تو تمام کائنات اس سے معطر ہو جائے۔

(۳۷۵)

من کیستم آتش بدل افروختۂ بر خرمن عشق چشم خود دوختۂ
در راہ وفا چو سنگ و آتش گردم شاید کہ رسم بہ صحبت سوختۂ

(خود ہی سوال کرتے ہیں) کہ میں کون ہوں؟ (اور پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ میں وہ ہوں) جس نے دل میں آگ لگا رکھی ہے اور خرمن عشق پر ٹکٹکی باندھ رکھی ہے۔ وفا کی راہ میں پتھر کی مانند (سخت دل) اور آگ کی طرح (تیز رو) پھر رہا ہوں کہ کسی دل جلے کی صحبت نصیب ہو جائے۔

(۳۷۶)

ای چشم تو چشم چشمۂ چشم همه   بی چشم تو نور نیست در چشم همه
چشم همه را نظر بسوی تو بود   از چشم تو چشمهاست در چشم همه

تیری آنکھ سب کی آنکھ کا سرچشمہ ہے اور تیری آنکھ کے بغیر کسی کی آنکھ میں نور نہیں ہے۔ سب کی آنکھ تیری طرف لگی ہوئی ہے۔ اور تیری آنکھ کی وجہ سے ہر ایک کی آنکھ میں (آنسوؤں کے) چشمے ہیں۔

(۳۷۷)

هجران تراچو گرم شد هنگامه   بر آتش من قطره فشاند از خامه
من رفتم و مرغ روح من پیش تو ماند   تا همچو کبوتر از تو آرد نامه

جب تیرے ہجر کا ہنگامہ گرم ہوا تو اس نے اپنے قلم سے میری آگ پر ایک قطرہ گرایا میں چلا گیا اور میرا مرغ روح تیرے پاس رہا تاکہ کبوتر کی طرح تیرا خط لائے۔

(۳۷۸)

دارم صنمے چہرہ بر افروختۂ   با جور و جفا و ستم آموختۂ
او عاشق دیگرے و من عاشق او   پروانہ صفت سوختۂ سوختۂ

میں ایک ایسا معشوق رکھتا ہوں جس کا چہرہ روشن ہے اور وہ جور و جفا و ستم خوب سیکھا ہوا ہے وہ کسی دوسرے پر عاشق ہے اور میں اس پر عاشق ہوں گویا پروانہ کی مانند جلے ہوئے کا سوختہ ہوں۔

(۳۷۹)

درگفتن ذکر حق زبان از ہمہ بہ　　طاعت که بشب کنی نہان از ہمہ بہ
خواہی که ز پلصراط آساں گزری　　ناں دہ بجہانیاں که ناں از ہمہ بہ

اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہوئے زبان سب سے بہتر ہے اور عبادت جو رات کو پوشیدہ طور پر کی جائے سب سے بہتر ہے۔ تو چاہتا ہے کہ پلصراط سے با آسانی گزر جائے۔ تو اہل جہان کو روٹی دے۔ کیونکہ روٹی سب سے بہتر ہے۔

(۳۸۰)

چشمم که سرشک لالہ گوں آوردہ　　وز ہر مژہ قطرہ ہائے خون آوردہ
نی نی بنظارہ ات دل خوں شدہ ام　　از روزن سینہ سر بروں آوردہ

میری آنکھ جس سے گل لالہ کی طرح سرخ آنسو بہتے ہیں اور ہر پلک سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ میرے خون شدہ دل نے تیرے نظارہ کے لئے روزن سینہ سے سر باہر نکالا ہوا ہے۔

(۳۸۱)

اینک سر کوئے دوست اینک سر راہ　　گر تو نروی روندگاں را چہ گناہ
جامہ چہ کنی کبود و نیلی و سیاہ　　دل صاف کن و قبا ہمی پوش و کلاہ

یہ کوچۂ یار کا سرا ہے اور یہ راستہ کا شروع ہے اگر تو نہیں چلتا تو چلنے والوں کا کیا قصور ہے تو لباس کو نیلا پیلا اور سیاہ کیا کرتا ہے دل صاف کر اور بھی قبا اور کلاہ پہن۔

(۳۸۲)

دنیا طلبان ز حرص مستند ہمہ — موسیٰ کش و فرعون پرستند ہمہ
ہر عہد کہ با خدائے بستند ہمہ — از دوستی حرص شکستند ہمہ

دنیا کے طلبگار حرص سے بیخود و سرمست ہو رہے ہیں وہ سب موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے والے اور فرعون کے پجاری ہیں۔ تمام عہد جو انہوں نے خداوند تعالیٰ سے باندھے تھے حرص پرستی کے باعث سب توڑ دیئے۔

(۳۸۳)

درویشان نشستہ در تنگ درہ — گہ قرص جوے خوریم و گہ پشت برہ
پیران کہن دانند و پیران سرہ — ہر کس کہ بما بد نگرد جان نبرد

ہم درویش ایک تنگ درے میں بیٹھے ہیں کبھی جو کی روٹی کھاتے ہیں اور کبھی برہ کی پیٹھ۔ بڑے بوڑھے اور سردار لوگ جانتے ہیں کہ جو شخص ہم کو نظر بد سے دیکھتا ہے وہ ٹھیک نہیں جاتا۔

(۳۸۴)

اے روئے تو مہر عالم آرائے ہمہ — وصل تو شب و روز تمنائے ہمہ
گر با دگراں بہ ازینی وائے من — ور با ہمہ ہمچو منی وائے ہمہ

تیرا چہرہ سب کے لئے مہر عالم آرا ہے اور تیرا وصل سب کی رات دن کی تمنا ہے اگر تو دوسروں کے ساتھ مجھ سے بہتر سلوک کرتا ہے۔ تو مجھ پر افسوس ہے اور اگر سب کے ساتھ میری ہی طرح ہے تو سب پر افسوس ہے۔

(۳۸۵)

من کیستم و از خویش بتنگ آمدهٔ　　دیوانهٔ با خود به جنگ آمدهٔ
دوشینه بکوی دوست از اشکم گشت　　نالیدن پای دل به سنگ آمده

میں کون ہوں؟ وہ ہوں جو اپنے آپ سے تنگ آیا ہوا ہے اور ایسا دیوانہ ہوں جو اپنے آپ سے برسرپیکار ہے۔ کل رات دوست کے کوچہ میں میرے آنسوؤں سے ٹھوکر کھا کر میرے دل کے پاؤں کا نالہ بن گیا۔

(۳۸۶)

ای نیک نکرده و بدیها کرده　　وانگاه به لطف حق تولا کرده
بر عفو مکن تکیه که هرگز نبود　　ناکرده چو کرده کرده چون ناکرده

اے وہ شخص! جس نے کوئی نیکی نہیں کی اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ سے لطف و کرم کا امیدوار ہے۔ تو اس کے عفو پر بھروسہ نہ کر۔ کیونکہ کیا ہوا نہ کیا ہوا، اور نہ کیا ہوا کیا ہوا کی مانند ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۳۸۷)

جز وصل تو دل بهر چه بستم توبه　　بی یاد تو هر جا که نشستم توبه
در حضرت تو توبه شکستم صد بار　　زین توبه که صد بار شکستم توبه

تیرے وصل کے علاوہ جس چیز کے ساتھ میں نے دل لگایا اس سے میری توبہ ہے۔ اور تیری یاد کے بغیر جہاں کہیں بیٹھا ہوں توبہ ہے۔ میں نے تیری بارگاہ میں سیکڑوں مرتبہ توبہ توڑی ہے اس توبہ سے جو میں نے سو بار توڑی ہے، توبہ ہے۔

(۳۸۸)

معمورۂ دل بہ علم آراستہ بہ　　معمورۂ جاں زکینہ پیراستہ بہ
از ہستیٔ خود ہر چہ تواں کاستہ بہ　　ہر چیز کہ غیر تست ناخواستہ بہ

دل کی آبادی علم سے آراستہ ہو تو بہتر ہے اور جان کا شہر کینہ و عناد سے پاک و صاف ہو تو بہتر ہے۔ اپنی خودی کو جہاں تک گھٹایا جائے اچھا ہے اور تیرے ماسوئی کی تمنا نہ کی جائے تو بہتر ہے۔



(۳۸۹)

پاکی و منزّہی و بے ہمتائی　　کس را نبود ملک بایں زیبائی
خلقاں ہمہ خفتہ اند و تو آگاہی　　یارب تو در لطف بما بکشائی

بے ہمتا۔ بے مثال ٭ منزّہ۔ پاک ٭ خلقاں۔ مخلوقات ٭

اے خداوند قدوس! تو پاک ہے، منزّہ ہے اور بے مثال ہے کسی کی سلطنت اس زیبائش کے ساتھ نہیں۔ مخلوق تمام سوئی پڑی ہے تو خود آگاہ ہے۔ اے پروردگار! تو اپنے لطف و کرم کا دروازہ ہم پر کھول دے۔

(۳۹۰)

اے خالق ذوالجلال اے بار خدائے　　تا چند روم دربدر و جائے بجائے
یا خانۂ امید مرا در بہ بند　　یا قفل مہمات مرا در بکشائے

اے خالق ذوالجلال! اے خداوند تعالیٰ! میں کب تک دربدر اور جا بجا مارا مارا پھرتا رہونگا یا تو میری امید کا دروازہ بند کر دے یا میری مشکلات کا قفل کھول دے۔

(۳۹۱)

یا سرکشی عدو را سر کوبی | یا خار وخس زمانہ را جاروبی
یکدفعہ دلم از ہمیں خسیساں یا رب | حشری نشری قیامتی آشوبی

یا عدو کی سرکشی کے لئے کوئی سر کوبی کرنیوالا بھیج دے یا زمانے کے خس و خاشاک پر جھاڑو دینے والا۔ ان کمینوں سے میرا دل بیزار ہوگیا ہے۔ کسی حشر نشر، قیامت اور آشوب کی ضرورت ہے۔

(۳۹۲)

در کوئے خودم مسکن وماوی دادی | در بزم وصال خود مرا جا دادی
القصہ بصد کرشمہ و ناز مرا | عاشق کردی و سر بصحرا دادی

تو نے اپنے کوچہ میں مجھکو جائے رہائش وجائے پناہ دی اور اپنی بزم وصال میں مجھے جگہ مرحمت فرمائی۔ المختصر سو کرشمہ و ناز سے مجھکو عاشق کر کے آوارۂ دشت جنوں کر دیا۔

(۳۹۳)

اے شاہ ولایت دو عالم مددے | بر عجز و پریشانی عالم مددے
اے شیر خدا زدو بفریاد م رس | جز حضرت تو پیش کہ نالم مددے

شاہ ولایت، شیر خدا دونوں حضرت علی کے القاب ہیں ۔

اے دونوں جہان کی ولایت کے بادشاہ مدد کر۔ دنیا کی عاجزی اور پریشانی پر رحم فرما۔ اے شیر خدا! جلدی میری فریاد سن تیری بارگاہ کے علاوہ کس کے حضور نالہ و فریاد کروں۔

(۳۹۴)

باگردن روزگار را زنجیرے — یا سرکشی زمانہ را تدبیرے
این زاغ و شاں بسی پر بارند بلند — سنگی چوبی گرزی تفنگی تیرے

یا تو زمانہ کی گردن کے لئے زنجیر چاہیئے۔ یا سرکشی زمانہ کی کوئی تدبیر ہونی چاہیئے۔ یہ کووں جیسے لوگ بہت بلند اڑ گئے ان کے واسطے کسی پتھر چھڑی، گرز، بندوق یا تیر کی ضرورت ہے۔

(۳۹۵)

تاآزار دلے راکہ تو جانش باشی — معشوق پیدا و نہانش باشی
زاں مے ترسم کہ از دل آزاری تو — دل خوں شود و تو درمیانش باشی

تو اس دل کو نہ ستا جس کی تو جان ہے اور جس کا تو ستراً و جہاراً معشوق ہے میں اس لئے ڈرتا ہوں کہ تیری دل آزاری سے دل خون ہو جائے گا۔ اور تو اس کے درمیان ہو گا۔

(تاآزار۔ تیا آزار کا مخفف ہے)۔

(۳۹۶)

اے شیر خدا امیر حیدر فتحے — وے قلعہ کشائے باب خیبر فتحے
درہائے امید بر رخم بستہ شدہ — اے صاحب ذوالفقار و قنبر فتحے

اے شیرِ خدا! امیر حیدر مشکلکشائی کر۔ اور اے قلعہ خیبر کا دروازہ کھولنے والے! فتح عنایت کر۔ امید کے دروازے میرے سامنے بند ہیں۔ اے ذوالفقار و قنبر کے مالک امید بر لا۔

(۳۹۷)

اے آنکہ تو درد دردمنداں دانی　　درماں و علاج مستمنداں دانی
حال دل خویش را چہ گویم با تو　　ناگفتہ تو صد ہزار چنداں دانی

اے وہ ذات! جو دردمندوں کے درد کو جانتا ہے اور حاجتمندوں کے علاج و درماں سے آگاہ و باخبر ہے میں اپنا حالِ دل تجھ سے کیا کہوں کیونکہ تو بغیر کہے (کہنے کی نسبت) ہزار مرتبہ زیادہ جانتا ہے۔

(۳۹۸)

آنی کہ تو حال خستہ حالاں دانی　　احوال دل شکستہ بالاں دانی
ور خوانمت از سینہ سوزاں شنوی　　دم درنزنم زبان لالاں دانی

تو وہ ہے جو خستہ دلوں کے دل کا حال جانتا ہے اور شکستہ خاطروں کے حالات سے آگاہ ہے۔ اگر میں سینہ سوزاں کے ساتھ تجھے بلاؤں بلاؤں تو تو میری آواز سنتا ہے اور اگر دم نہ ماروں اور خاموش رہوں تو تو گونگوں کی زبان جانتا ہے۔

(۳۹۹)

گر در یمنی چو با منی پیش منی　　گر پیش منی چو بے منی در یمنی
من با تو چنانم اے نگار یمنی　　خود در غلطم کہ من توام یا تو منی

اگر میرے خیال کے ساتھ تو من میں ہے تو میرے پاس ہی ہے۔ اور
اگر میرے خیال کے بغیر تو میرے سامنے بھی ہے تو گویا میں نہیں ہے۔ اے نگار
میں! میں تیرے ساتھ اس طرح ہوں کہ مجھے خود مغالطہ ہو جاتا ہے کہ یہی تو
ہے یا تو میں ہوں۔

(۴۰۰)

یارب در خلق تکیہ گاہم نہ کنی محتاج گدا و پادشاہم نہ کنی
موئے سیہم سفید کردی بہ کرم با موئے سفید رو سیاہم نہ کنی

اے پروردگار! مخلوق کے دروازہ کو میری تکیہ گاہ نہ بناتا اور مجھے گدا
و پادشاہ کا محتاج نہ کرنا۔ میرے سیاہ بالوں کو تو نے سفید کر دیا۔ اپنی مہربانی
سے سفید بالوں کے ساتھ مجھے روسیاہ نہ کرنا۔

(۴۰۱)

حقا کہ اگر چو مرغ پر داشتمے روزے ز تو صد بار خبر داشتمے
ایں واقعہ ام اگر نبودے در پیش کے دیدہ ز دیدار تو برداشتمے

بخدا! اگر میں مرغ کی طرح پر رکھتا۔ تو ایک دن میں سو بار تیری
خبر لیتا۔ اگر یہ واقعہ درپیش نہ ہوتا۔ تو تیرے دیدار سے میں کب
آنکھ اٹھاتا۔

(۴۰۲)

دردے دارم و سینہ بریانے عشقے دارم و دیدہ گریانے
عشقے چہ عشق عشق عالم سوزے دردے چہ درد دردِ بے درمانے

میں درد رکھتا ہوں اور سینہ بیمار رکھتا ہوں عشق رکھتا ہوں اور
چشم گریاں رکھتا ہوں - عشق بھی وہ جو دنیا کو جلا دے اور درد بھی ایسا
درد جس کا کوئی علاج نہیں -

(۴۰۳)

عالم بود ماند نہر بعبرت ناری　　نہری جاری بطور ہائے طاری
وندر ہمہ طورہائے نہر جاری　　سر بست حقیقت الحقایق ساری

اگر تو عبرت سے عاری نہیں (تو تیری نظر میں) عالم ایک ایسی نہر کی
مانند ہوگا - جو مختلف اطوار کے ساتھ جاری ہے اور اس جاری نہر کے تمام
اطوار میں حقیقت الحقائق ایک بھید سرایت کئے ہوئے ہے -

(۴۰۴)

تحقیق معانی ز عبارات مجو　　بے رنج قیود و اعتبارات مجوئے
خواہی یابی ز علت جہل شفا　　قانون نجات از اشارات مجوئے

قانون و شفا و اشارات - بو علی سینا کی مشہور تصانیف ہیں *
معانی کی تحقیق عبارتوں میں نہ ڈھونڈ اور قیود و اعتبارات کا رنج
کئے بغیر تلاش نہ کر - اگر تو جہالت کے مرض سے شفا حاصل کرنا چاہتا ہے -
تو نجات کا قانون اشارات میں تلاش نہ کر -

(۴۰۵)

ہستی کہ ظہور میکند در ہمہ شے　　خواہی کہ بری بہ حال با ہمہ پے
رو بر سر مے حباب را بیں کہ چساں　　می دان بود اندر وئی وی در می و نے

ہستی (وجود مطلق) جو تمام اشیاء موجودات میں ظہور کرتی ہے اگر تو اس کے موجودات میں جاری و ساری ہونے کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا ہے تو جا اور شراب کی سطح پہ حباب کو دیکھ کہ وہ کس شراب کے اندر ہے اور شراب اس کے اندر۔

(۴۰۶)

گر شہرہ شوی بشہر شر الناسی ور خانہ نشینی ہمگی وسواسی
بہ زاں نبود کہ ہیچو خضر و الیاس کس نشناسد ترا تو کس نشناسی

اگر تو شہر میں مشہور ہو جائے تو بدترین آدمی ہے اور اگر گھر ہی میں بیٹھا رہے تو ہمہ تن وسواس ہے۔ اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ خضر و الیاس کی طرح تجھے کوئی نہ پہچان سکے اور تو سب کو پہچان لے۔

(۴۰۷)

دنیائے دنی بہ ہوس را چہ کنی آلودہ ہر ناکس و کس را چہ کنی
آں یار طلب کن کہ ترا باشد و بس معشوقہ صد ہزار کس را چہ کنی

تو بہ ہوس کمینہ دنیا کو کیا کرے گا جو ہر کس و ناکس سے آلودہ ہو رہی ہے۔ تو ایسا یار طلب کر جو فقط تیرا ہو کر رہے۔ ایسی معشوقہ کو جس کے لاکھوں عاشق ہوں تو کیا کرے گا۔

(۴۰۸)

خواہی چو خلیل کعبہ بنیاد کنی واں را بنماز و طاعت آباد کنی
روزے دو ہزار بندہ آزاد کنی بہ زاں نبود کہ خاطرے شاد کنی

اگر تو چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح کعبہ تعمیر کرے اور اس کو نماز و عبادت سے آباد کرے اور ہر روز دو ہزار غلام آزاد کرے (یہ سب کچھ) اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ تو کسی دل کو خوش کرے۔

(۴۰۹)

اے در خم چوگان تو سر باشیدہ گوی
بیروں نہ ز فرمان تو دل یکسر موی
ظاہر کہ بدست ماست آنرا ستیم
باطن کہ بدست تست آنرا تو بشوی

تیرے چوگان کے خم میں سر گیند کے مانند ہیں جو تیرے فرمان سے دل ایک بال برابر بھی باہر نہیں ظاہر جو ہمارے اختیار میں ہے اس کو ہم نے دھو ڈالا۔ (ظاہری آلائشوں سے پاک ہو گئے) ہمارا باطن جو تیرے ہاتھ میں ہے اس کو تو دھو ڈال (باطنی آلودگیوں سے نجات دے)۔

(۴۱۰)

غم جملہ نصیب چرخ خم باییستے
یا با غم من صبر بہم باییستے
یا مایہ غم چو عمر کم باییستے
یا عمر باندازہ غم باییستے

تمام غم خمیدہ آسمان کی قسمت میں ہونا چاہیئے یا میرے غم کے ساتھ صبر بھی ہونا چاہیئے۔ یا غم کا سرمایہ عمر کی مانند کم ہونا چاہیئے یا عمر غم کے اندازہ کے مطابق ہونی چاہیئے۔

(۴۱۱)

اے خالق ذوالجلال ہر جانورے
شد ہمرو رہنمائے ہر بیخبرے
بستم کمر امید بر درگہ تو
بکشائے درے کہ من ندارم خبرے

اے ہر جاندار کے صاحب جلال خالق! اور اے ہر بےخبر کی رہنمائی کرنے والے راہبر! میں نے تیری بارگاہ میں کمر امید باندھ لی ہے کوئی دروازہ کھول دے کیونکہ مجھے کچھ خبر نہیں۔

(۱۳/۴)

اے ذات تو در صفات اعیان طاری اوصاف تو در صفات شاں متواری
وصف تو چو ذات مطلق است اما لیک در ضمن مظاہر از تقیّد عاری

تیری ذات موجودات کی صفات میں سرایت کئے ہوئے ہے اور تیرے اوصاف ان کی صفات میں پوشیدہ ہیں تیرے اوصاف بھی تیری ذات کی طرح مطلق ہیں لیکن مظاہر کے ضمن میں تقید سے عاری نہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات بھی ذات کی طرح مطلق اور تمام قیود سے بالاتر ہیں۔ لیکن جب وہ صفات مظاہر کونی میں نمایاں ہوتی ہیں (مثلاً ایک حسین صورت میں صفت جمالی جلوہ گر ہوتی ہے) تو وہ مقید ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ہستی مقید فی الزمان والمکان میں پائی جاتی ہیں۔

(۱۳/۵)

اے دل اگر آں عارض دلجو بینی ذرات جہاں را ہمہ نیکو بینی
در آئینہ کم نگر کہ خود بیں نشوی خود آئینہ شو تا ہمگی او بینی

اے دل! اگر تو اس دل لبھانے والے چہرے کو دیکھے تو ذرات جہاں تیری نظر میں بھلے معلوم ہونگے۔ تو آئینہ نہ دیکھ کہ خود بیں نہ ہو جائے بلکہ (تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے ذریعے) خود آئینہ بن جا تاکہ سراسر اسی کو دیکھے۔

(۴۱۴)

وصافی خود بر عمر حاسد نا کے   ترویج چنیں متاع کاسد نا کے
تو معدومی خیال ہستی از تو   فاسد باشد خیال فاسد نا کے

حاسد کی مرضی کے خلاف تو کب تک خود ستائی میں محو رہے گا۔ اور اس کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا۔ تو معدوم ہے اور تجھ سے ہستی کا خیال فاسد ہے۔ تو کب تک اس خیال فاسد میں مبتلا رہے گا۔

(۴۱۵)

تا ترک علائق و عوائق نہ کنی   یک سجدہ شائستہ لائق نہ کنی
حقا کہ ز دام لات و عزیٰ نرہی   تا ترک خود و جملہ خلائق نہ کنی

جب تک تو تمام تعلقات و موانعات سے قطع تعلق نہ کرے ایک سجدہ بھی ایسا نہ کر سکے گا۔ جو ذات باری کے لائق و سزاوار ہو۔ بخدا جب تک تو اپنی خودی اور تمام مخلوقات کو ترک نہ کرے گا لات و عزیٰ (دو بتوں کے نام) کے دام سے نجات نہ پا سکے گا۔

(۴۱۶)

ہستی کہ عیاں نیست آں از شانے   در شان دگر جلوہ کند ہر آنے
ایں نکتہ بجو ز کل یوم ہو فی شان   گر بایدت از کلام حق برہانے

وہ ہستی جو ظاہر نہیں ہے ہر آن ایک شان سے دوسری شان میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اگر تو کلام اللہ سے اس کی دلیل چاہتا ہے تو یہ نکتہ کل یوم

ھوئی شان سے تلاش کر۔

(۱۴۷)

من کیستم؟ از قید دو عالم فرو ے ... عنقا نفسے بلند ہمّت مردے
دیوانۂ خودے بیاباں گردے ... لبریز محبتے سراپا دردے

میں کون ہوں؟ دونوں جہان کی قید سے آزاد ہوں اور عنقا طبیعت اور بلند ہمت مرد ہوں۔ اپنا ہی دیوانہ اور بیاباں نورد ہوں، محبت سے لبریز اور سراپا درد ہوں۔

(۱۴۸)

اے آنکہ بملک خویش پایندہ توئی ... وز دامن شب صبح نمایندہ توئی
کار من بیچارہ قوی بستہ شدہ ... بکشائے خدایا کہ کشایندہ توئی

الٰہی! اپنے ملک میں قائم و دائم تیری ہی ذات ہے اور پردۂ شب سے صبح کو تو ہی ظاہر کرتا ہے۔ مجھ بیچارہ کا کام بہت رک گیا ہے۔ اے پروردگار! تو اس کو حل کر دے کیونکہ حل کرنے والا تو ہی ہے۔

(۱۴۹)

اے از تو بباغ ہر گلے را رنگے ... ہر مرغے را ز شوق تو آہنگے
با کوہ ز اندوہ تو حرفے گفتم ... برخاست صدائے نالہ از ہر سنگے

باغ کا ہر پھول تیری وجہ سے رنگین ہے اور ہر جانور تیرے شوق سے نغمہ سرا ہے۔ میں نے کوہ سے تیرے غم کی ایک بات بیان کی تو ہر ایک پتھر سے صدائے نالہ بلند ہونے لگی۔

(۴۲۰)

پیوستہ ترا دل ار بود معذوری — غم ہیچ نساز مود معذوری
من بے تو ہزار شب بخوں در خفتم — تو بے من یک شبے نبودہ معذوری

تو ہمیشہ دل ازار رہا ہے اور تجھے کبھی غم کا تجربہ نہیں ہوا۔ تو معذور ہے میں تیرے ہجر میں ہزار ہا راتیں خون میں سویا ہوں لیکن میرے ہجر میں تیری ایک رات بھی ایسی حالت نہیں ہوئی تو معذور ہے۔

(۴۲۱)

از درد تو نیست چشم خالی ز نمے — ہر جا کہ دلیست شد گرفتار غمے
بیماری تو باعث نابودن ما ست — اے باعث عمر ما مبا شد المے

تیرے درد کی وجہ سے کوئی آنکھ آنسو سے خالی نہیں جہاں کہیں دل ہے گرفتار غم ہے۔ تیری بیماری ہمارے نہ ہونے (موت وفنا) کا باعث ہے۔ لہذا اے ہماری زندگی کے باعث تجھے کوئی الم و تکلیف نہ ہو۔

(۴۲۲)

از ہستی خویش تا پشیماں نشوی — سر حلقۂ عارفانِ مستاں نشوی
تا در نظر خلق نگردی کافر — در مذہب عاشقاں مسلماں نشوی

جبتک تو اپنی ہستی سے پشیمان نہ ہوگا۔ عارفوں اور مستوں کا سر گروہ نہ بنے گا۔ تو مخلوق کی نظروں میں جب تک کافر نہ ہوگا۔ عاشقوں کے مذہب میں مسلمان نہ ہوگا۔

(۴۲۳)

درکوے تو میدہند جانے بجوے جانے بجوے چہ کہ صد جہانے بجوے
از وصل تو یک جو بجہاں می ارزد زیں جنس کہ مائیم جہانے بجوے

تیرے کوچہ میں ایک جو کے عوض جان دے دیتے ہیں، نہیں بلکہ جو کے عوض جان تو کیا ایک کاروان دے دیتے ہیں۔ تمام جہان تیرے وصل کے ایک جو کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا اور جس جنس سے ہم ہیں اس جنس کا ایک جہان ایک جو کے برابر ہے۔

(۴۲۴)

گہ شانہ کش طرۂ لیلیٰ باشی گہ در سر مجنوں ہمہ سودا باشی
گہ آئینۂ جمال یوسف گردی گہ آتش خرمن زلیخا باشی

کبھی تو لیلیٰ کی زلفوں کو شانہ کرنے والا ہے۔ اور کبھی مجنوں کے سر میں سراسر جنون و سودا بن جاتا ہے کبھی جمال یوسف کا آئینہ ہو جاتا ہے اور کبھی زلیخا کے لئے آتش سوزاں بن جاتا ہے۔

(۴۲۵)

اے دل بر دوست تحفہ جز جاں نبری در سینہ چو درد ہست نام درماں نبری
بے درد بود دوست نالاں گشتن خاموش کہ عرض دردمنداں نبری

اے دل! دوست کے پاس جان کے سوا کوئی تحفہ نہ لیجانا۔ اگر تجھے درد دیں تو درماں کا نام نہ لینا۔ تو درد کے بغیر دوست کے در سے نالاں ہے خاموش! کہیں دردمندوں کی آبرو خاک میں نہ ملا دینا۔

(۴۲۶)

اے دیدہ مرا عاشق یارے کردی حیران رخ لالہ عذارے کردی
کارے کردی کہ ہیچ نتواں گفتن اللہ اللہ چہ خوب کارے کردی

اے آنکھ! تو نے مجھے یار کا عاشق بنا دیا اور ایک لالہ رخسار کے چہرے پر حیران و فریفتہ کر دیا۔ تو نے ایسا کام کیا کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اللہ اللہ! تو نے کیا خوب کام کیا۔

(۴۲۷)

تا نگذری از جمع بفردے نرسی تا نگذری از خویش بمردے نرسی
تا در رہ دوست بے سر و پا نشوی بے درد کانی و بدردے نرسی

جب تک تو جمع (کثرت) کو ترک نہ کریگا۔ فرد (واحد) تک نہ پہنچے گا اور جب تک تو اپنی ہستی کو فنا نہ کریگا۔ کسی مرد کامل تک تیری رسائی نہ ہو گی جب تک تو دوست کی راہ میں بے سر و پا نہ ہو گا۔ بے درد ہے گا، تجھے درد حاصل نہ ہو گا۔

(۴۲۸)

عشقم دادی ز اہل دردم کردی از دانش و عقل و ہوش فردم کردی
سجادہ نشین با وقارے بودم سجادہ بہ رند کوچہ گردم کردی

تو نے عشق دے کر مجھکو اہل درد سے کر دیا۔ اور دانش و عقل و ہوش و خرد سے بیگانہ بنا دیا۔ میں ایک با وقار سجادہ نشین (عابد و زاہد) تھا تو نے مجھے شرابی اور رند اور مست بنا دیا۔

(۴۲۹)

اے چرخ گہی لیل و نہار آوردی — گہ فصل خزاں و گہ بہار آوردی

مرداں جہاں را ہمہ بردی بزمین — نامرداں را برائے کار آوردی

اے آسماں! تو ہی سبب روز و شب لایا - کبھی تو فصل خزاں لایا اور کبھی موسم بہار - دنیا کے لائق آدمیوں کو تو نے زمین میں دفن کر دیا اور نا اہلوں کو عزت و وقار دیا -

(۴۳۰)

اے آنکہ بکنہت نرسید ادراکے — کونین بہ پیش رحمت خاشاکے

از روئے کرم اگر بہ بخشی ما را — بخشیدہ از لطف تو مشت خاکے

اے خداوند قدوس! تیری حقیقت و ماہیت تک عقل نہیں پہنچتی - تیری رحمت کے مقابلے میں دونوں جہاں خس و خاشاک ہیں اگر تو از روئے کرم ہم کو بخش دے تو عجیب نہیں - کیونکہ تو نے اپنے لطف و کرم سے ایک مشت خاک (آدم علیہ السلام) کو بخشا ہے -

(۴۳۱)

بے پا و سر آں دشت خوں آشامی — مردند ز حسرت و غم ناکامی

تشنہ زدگان وادی شوق ترا — ہجراں کشد و اجل کشد بدنامی

ہجر وہ خون آشامی کا بے پایاں بیابان ہے جس میں (تیرے دلدادگان عشق) حسرت و ناکامی سے جاں بحق ہو گئے - تیری وادی شوق کے تشنہ لباں کو ہجر مارتا ہے اور موت بدنام ہوتی ہے -

(۴۳۲)

وستے نہ کہ از نخل تو چینم ثمرے　چشمے نہ کہ بر خویش بگریم قدرے
پائے نہ کہ در کوئے تو یابم گذرے　روئے نہ کہ بر خاک نہم بر درے

ایسا ہاتھ نہیں کہ تیرے نخل سے کوئی پھول توڑ سکوں ایسی آنکھ نہیں کہ اپنے حال پر کسی قدر آنسو بہاؤں ایسا پاؤں نہیں کہ تیرے کوچے میں گذر نصیب ہو اور ایسا چہرہ نہیں کہ کسی صبح تیرے حضور خاک پر رگڑ ا دوں ۔

(۴۳۳)

اے بر سر ہر کس ز خیال تو سے　بے یاد تو بر نیاید از دل نفسے
مفروش مرا مبخش آزاد مکن　من خواجہ یکے دارم و تو بندہ بسے

ہر شخص کے دماغ میں تیرے خیالات کا ہجوم ہے اور تیری یاد کے بغیر دل سے ایک سانس بھی نہیں نکلتا ۔ نہ تو مجھے بیچ نہ کسی بخش اور نہ آزاد کر کیونکہ میرا ایک تو ہی آقا ہے اور تو بہت سے غلام رکھتا ہے ۔

(۴۳۴)

اوّل ہمہ جام آشنائی دادی　آخر بستم زہر جدائی دادی
چوں کشتہ شدم گفتی ایں کشتہ کیست　داد از تو کہ داد بیوفائی دادی

پہلے تو مجھے آشنائی کا جام پلایا اور آخر کار جور و ستم کے ساتھ جدائی کا زہر دیا ۔ جب میں مر گیا تو پوچھا کہ یہ کس کا مارا ہوا ہے تیرے ہاتھوں سے فریاد ہے کہ تو نے بیوفائی کا خوب حق ادا کیا ۔

(۴۳۵)

ای کاش مرا بسوخت آلا بندے   آتش بزدندے و بہ بخشا بندے
ور چشم عزیز من نمک سابندے   وز دوست جدا شدن نفرمایندے

کاش مجکو بارود چھڑک کر آگ لگا دیتے اور نہ بخشتے۔ میری عزیز آنکھوں میں نمک ڈال دیتے۔ مگر دوست سے جدا ہونے کے لئے نہ فرماتے۔

(۴۳۶)

ای دل ز شراب جہل مستی تا کے   نیست شوندہ لاف ہستی تا کے
گر غرقۂ بحر غفلت و آز نۂ   تردامنی و ہوا پرستی تا کے

اے دل! تو کب تک جہالت کی شراب پی کر مستی کرتا رہے گا اور اے نیست ہونے والے (فانی)! تو کب تک ہستی کی لاف زنی کرتا رہیگا۔ اگر تو غفلت اور حرص کے سمندر میں غرق نہیں تو یہ تیری گناہگاری اور ہوس پرستی کب تک رہے گی۔

(۴۳۷)

گر صید عدم شوی ز خود رستہ شوی   ور در صفت خویش روی بستہ شوی
میدان کہ وجود تو حجاب رہ تست   با خود منشین کہ ہر زمان خستہ شوی

اگر تو عدم (فنا) کا شکار ہو جائے تو خودی سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر اپنی صفت کے ساتھ جائے گا تو پابند ہو جائے گا۔ یاد رکھ تیرا وجود تیرے راستہ میں حجاب (حائل) ہے۔ اپنی خودی کے ساتھ

نہ بیٹھ۔ ورنہ ہر وقت خستہ و خوار ہو گا۔

۱۴۲۸

اے دل تا کے مصیبت افزا گردی   اے خول شدہ دیدہ چہ پیدا گردی
انداختیم دربدر و کوئے بکوئے   رسوا کردی مرا تو رسوا گردی

اے دل! تو کب تک مصیبتوں کو بڑھاتا رہے گا اور اے خون گشتہ!
تو کب تک درد بیدار ہے گا۔ تو نے مجھے دربدر اور کوچہ بکوچہ ٹھوکریں کھلائیں
خدا تجھے رسوا کرے تو نے تو مجھے رسوا کر دیا۔

۱۴۲۹

تا بتوانی بکوش بجاں یار دلے   می کوش کہ تا شود ترا یار دلے
آزار دلے مجوی کہ ناگاہ کنی   کار دو جہاں در سر آزار دلے

ناگاہ۔ اچانک ؛
جہاں تک ممکن ہو دل کا بوجھ جان پہ برداشت کر اور کوشش کر
کہ کوئی صاحب دل تیرا یار ہو جائے۔ تو کسی دل کے درپئے
آزار نہ ہو۔ مبادا کسی دل کو دکھ دے کر تو اچانک دونوں جہان کے
کام کو خراب کرلے۔

ساقی در پئے آزارِ ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

(۴۴۰)

دنیا راہ است و بہشت منزل گاہ است
این ہر دو بنزد اہل معنی کاہ است
گر عاشق صادقی ز ہر دو بگذر
تا دوست ترا بخود نماید راہ است

دنیا ایک راستہ ہے اور بہشت ایک منزل گاہ۔ مگر اہلِ حقیقت کے نزدیک دونوں ایک تنکے کے برابر ہیں۔ اگر تو عاشقِ صادق ہے۔ تو ان دونوں کو ترک کر دے تاکہ دوست اپنی طرف تیری رہنمائی کرے۔

(۴۴۱)

در مدرسہ گرچہ دانش اندوز شوی
وز گرمیِ بحث مجلس افروز شوی
در مکتبِ عشق با ہمہ دانائی
سرگشتہ چو طفلانِ نوآموز شوی

مکتب - مدرسہ ۔ سرگشتہ - پریشان ۔

نوآموز - مبتدی ۔

اگرچہ تو مدرسہ میں دانش و حکمت سے بہرہ ور ہو جائے اور گرمیِ بحث سے مجلس کو رونق بخشا دے (لیکن پھر بھی) مکتبِ عشق میں تمام دانائی کے باوجود نوآموز بچوں کی طرح سرگشتہ رہے گا۔

(۴۴۲)

گفتم کہ کرائی تو بدین زیبائی
گفتا خود را کہ من خود یکتائی
ہم عشقم و ہم عاشقم و ہم معشوقم
ہم آئینہ ہم جمال ہم بینائی

میں نے کہا یہ زیب و زینت کس کے لئے ہے۔ فرمایا اپنے لئے کیونکہ میں خود یکتا ہوں۔ میں عشق بھی ہوں، عاشق بھی ہوں اور معشوق

بھی ۔ آئینہ بھی ہوں یا حسن و جمال بھی ہوں اور بینائی بھی یعنی سب کچھ میں ہی ہوں) ۔ غالب رحمہ اللہ ؎

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

آقائے رازی